البلاغ المبین

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No 057919
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

وَلَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

نہ شریک کر ساتھ اللہ تعالیٰ کے تحقیق شرک البتہ بڑا ظلم گناہ ہے

الحمد للہ کتاب لاجواب از تصانیف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

ابلاغ المبین

فِی اَحْکَامِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَاتِّبَاعِ

خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ اردو

از مولانا محمد علی مظفری

نوٹ:۔ اس کتاب کو اوّل سے لے کر اخیر تک تعصب سے الگ ہو کر پڑھا جائے۔ بس یہی اس کی قیمت ہے۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ

بار دوم

مارچ ۱۹۸۰ء

منجانب جماعت المسلمین چوہٹہ مفتی باقر لاہور

دیباچہ طبع ثانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

آج سے قریباً پندرہ سال پیشتر مترجم کو کتاب البلاغ المبین مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح اپنے بزرگوں کے کتب خانہ سے ملی۔ پڑھ کر خیال آیا کہ کتاب بیحد مفید معلوم ہوتی ہے۔ اور فی زمانہ مسلمان فارسی زبان سے نا آشنا بھی ہو رہے ہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ اس کا ترجمہ اُردو زبان میں کر دیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کے لئے کوئی صورت پیدا کر دے۔ اور مسلمان اس سے مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ ترجمہ کا کام بفضلہ تعالیٰ تھوڑے عرصہ میں ختم ہو گیا۔ اب اشاعت کی نوبت آئی۔ لاہور کے چند کتب فروشوں کو مسودہ دکھایا گیا۔ مگر کوئی شخص آمادہ نہ ہوا اور مسودہ ایک مدت تک پڑا رہا۔ آخر دسمبر ۱۹۳۶ء کا زمانہ تھا۔ کہ صدیقی محترم جناب حافظ محمد شریف صاحب تاجر کتب کشمیری بازار لاہور کی طرف سے اطلاع آئی کہ جماعت المسلمین چوہٹہ مفتی باقر لاہور اس کو شایع کرنا چاہتی ہے"۔ میں نے مسودہ بھیجدیا۔ اور جماعت مذکور نے اسے شایع کر دیا۔ میں اس جماعت کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جس نے میری دیرینہ آرزو پوری کر کے ایک اہم اسلامی خدمت انجام دی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

پہلی مرتبہ یہ کتاب ایک ہزار کی تعداد میں جولائی ۱۹۳۷ء میں شایع ہو کر ملک میں تقسیم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے اسے شرفِ قبول بخشا۔ اور تھوڑے عرصہ کے اندر طبع ثانی کی نوبت آگئی۔

طبع اوّل میں کتابت کی چند غلطیاں اور ترجمہ میں بعض جگہ الجھنیں رہ گئی تھیں۔ راقم کا ارادہ تھا کہ اگر حیاتِ مستعار میں طبع ثانی کی نوبت آگئی۔ تو انشاء اللہ یہ کمی بھی پوری کر دی جائے گی۔ سو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ تمنا بھی پوری ہوئی۔ اور موجودہ نسخہ نسبتاً ہر لحاظ سے پہلے سے بہتر صورت میں پیش ہو رہا ہے ؛

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف رح اس کے شایع کنندگان۔ جماعت المسلمین اور عاصی مترجم کو اس کوشش کے صلہ میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

فہرست مضامین البلاغ المبین ترجمہ اردو

(عبد الحمید سیکرٹری جماعت المسلمین چوہٹہ مفتی باقر لاہور نے عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر چھپوا کر شائع کیا۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اسلامی دنیا کا ہر فرزند آپ کے اسم گرامی سے واقف اور آپ کے مرتبہ سے خوب آشنا ہے۔ آپ متاخرین میں خاص پایہ رکھتے ہیں۔ جمہور علماء متاخرین نے آپ کو گذشتہ صدی کا مجدد مانا ہے۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان میں سے ایک :-

البلاغ المبین فی احکام رب العلمین و اتباع خاتم النبیین ہے جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے اور اسکا موضوع مسئلہ زیارتِ قبور ہے اس موضوع پر بہت سی اور تصنیفیں بھی موجود ہیں جو اردو زبان میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اکثر زیارت قبور ہی کے نام سے موسوم ہیں۔ لیکن جو اندازِ تحریر اس کتاب میں اختیار کیا گیا ہے۔ وہ شاہ صاحب کا مخصوص حصّہ ہے۔

اس کے پڑھنے سے واضح ہو جائیگا کہ مسلمان آج توحید سے کس قدر دور اور شرک اور بدعت کے کس قدر قریب ہو گئے ہیں۔ جو وسائل اہل بدعت کے لئے آج مایہ ناز بنے ہوئے ہیں وہ کس قدر بے اصل اور گمراہ کن ہیں اور جو رسوم اہل جمود و محدثات کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتی ہیں وہ کس قدر شرک سے ملوث ہیں۔

اس کتاب میں اور اسی موضوع پر کسی دوسری تصنیف میں ایک بیّن فرق یہ ہے کہ اس میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم

اور آثار صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اکابر اہل طریقت رحمہم اللہ کے آثار سے بھی بکثرت تمسک کیا گیا ہے۔

اور آخر میں ایک دلچسپ مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ جو شاہ صاحب اور ایک مداہن فی الشرع کے درمیان ہوا۔ خاتمہ پر وسیلہ کی بحث بھی ضمناً درج کردی گئی ہے۔ تاکہ مضمون کا کوئی پہلو چھوٹ نہ جائے۔

اعتذار

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ تصنیف سے زیادہ مشکل کام کسی تصنیف کا غیر زبان میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کا اسلوب بیان اپنے حسن و خوبی میں جس قدر دلپذیر ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے مترجم بلا خوف لومۃ لائم کہہ سکتا ہے کہ اس کو واضح کرنے کا حق مترجم سے ادا نہیں ہو سکا۔ یہ کام تو کسی قابل اہل قلم کا تھا۔ مگر جذبۂ شوق نے فقیر کو اس کام پر ابھارا اور آج بر سبیل تحدیثِ نعمت کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کام کی تکمیل کی توفیق اللہ تعالےٰ نے اس عاصی کو بخشی۔ اور میں اس بارِ عظیم سے عہدہ برا ہوا جس کو میں اپنی خامیوں کے باوجود اٹھا چکا تھا۔

ناظرین سے اس قدر التماس ہے۔ کہ انہیں جو خامی اس ترجمہ میں نظر آئے اسکو فقیر کی بے بضاعتی اور کم علمی پر محمول فرمائیں۔ ورنہ شاہ صاحب کی اصل تصنیف ایسی خامیوں سے پاک ہے۔ شاہ صاحب کا تبحرِ علمی ایک امر مسلم ہے۔ اور وہ اپنے اظہار کمال کے لیے مجھ جیسے بے کمال کی مساعی کا رہین منت نہیں ہو سکتا۔

فقیر
محمد علی مظفری کان اللہ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل (۱)

فتنۂ شرک و قبر پرستی

یا اللہ! ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں کہ تو نے وہ کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں وہ پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے نماز قائم کرتے اور جو کچھ تو نے انکو دیا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر اُتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ صلعم سے پہلے اُتاری گئی اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں۔ یا اللہ ہم گواہی دیتے اور اقرار کرتے ہیں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو وحدہٗ لاشریک ہے۔ ہم تیرے سوا کسی کی بندگی نہیں کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے اور اقرار کرتے ہیں، کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء مقتدی الاولیاء رحمۃ للعالمین تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں ؂

امابعد اس رسالہ کا نام بلاغ المبین ہے۔ اس میں آیات کلام الٰہی، احادیث صحیحہ رسول علیہ السلام آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخبار انبیاء عظام کو اس امید پر درج کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ ... آلہ وسلم کی امت پر رحمت نازل فرمائے اور اس فتنہ کو دور فرمائے جو مشرکین اہل ہنود کے

ساتھ اختلاط و انس سے ہم میں صرف پیدا ہی نہیں ہو گیا۔ بلکہ پھیل بھی گیا ہے
اور جس کی وجہ سے مسلمان وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ
(ان میں سے اکثروں کا یہ حال ہے کہ اللہ پر یقین لاتے ہیں۔ تو اس حال میں کہ اس کے ساتھ
شریک بھی ٹھیرائے جاتے ہیں) کے مصداق ہو گئے ہیں۔ اور تاکہ اللہ
تعالیٰ اپنے وعدے کے بموجب کہ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (تاکہ حق کو حق کر دکھلائے اور باطل کو باطل اگرچہ ظلم و فساد کے
مجرم ایسا ہونا پسند نہ کریں) ان کو حق کی راہ پر ثابت قدم کر دے۔

شرک کا فتنہ ایک گمراہ کن تاریکی ہے جس نے لوگوں کی عقلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور نور حق کے نہ ملنے کی وجہ سے آج توحید پرست گمراہی کے گڑھے میں منہ کے بل اوندھے پڑے ہوئے ہیں۔ شرک وہ خطرناک فتنہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ
تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (ط ۲۲ : ۳۳)

یعنی جو شخص کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھیراتا ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بلندی سے گر پڑا۔ پس اس کو اڑتے ہوئے جانور اچک لے جاتے ہیں۔ یا ہوا دور کسی غار میں پھینک دیتی ہے۔ یعنی آواز حق سننے کے مقام سے بہت دور ہو جاتا ہے۔

قبر پرستوں کے عادات

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ فتنہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ قبر پرستی کا فتنہ ہے۔ اور قبر پرستوں کو ہی پیر پرست بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ قبر پرستی جیسے قبیح فعل کو فرض عبادت اور مسنون وظائف سے بہتر و افضل سمجھتے ہیں۔

ان کے نزدیک قبر پرستی تو ہر قسم کی عبادت کا بدل ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسری کوئی عبادت بھی قبر پرستی کا بدل نہیں ہو سکتی۔ جس دن کسی بزرگ کا عرس مناتے ہیں اس کی قبر پر بکثرت اکھٹے ہو جاتے ہیں۔ اور اسی دن عرس میں شامل ہونا عبادت کی بجا آوری اور علوم دین کی تحصیل سے زیادہ ضروری یقین کرتے ہیں۔ اس کا بدترین نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر دنیاوی مشکل کیلئے پھر انہی قبروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور جس عاجزی اور انکساری اور جس خشوع و خضوع کا اظہار قبروں کے سامنے کرتے ہیں۔ اس کا دسواں حصہ بھی حاضر و ناظر خدا کے سامنے مسجدوں کے اندر اپنی نمازوں میں نہیں کرتے۔ یہ لوگ قبر کے پاس صاحب قبر کا نام لے کر پکارتے اور دعا کرتے ہیں۔ اُن سے اولاد اور رزق مانگتے ہیں۔ یا دیے متوجہ ہو کر قبر کے پاس اعتکاف بیٹھے رہتے ہیں۔ ان پر قیمتی غلاف اور لباس ڈالتے ہیں۔ اُن پر خوشبوئیں ملتے اور اگر و صندل وغیرہ جلاتے، چراغوں شمعوں اور قبروں کی سجاوٹ کے دیگر سامانوں پر ثواب سمجھ کر روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اور اس فضول خرچی اور اسراف سے صاحب قبر کی روح کی خوشی اور اس کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے ایسے بے شمار افعال قبروں پر جا جا کر کرتے ہیں۔ جو کہ تمام کے تمام مشرکین ہنود اپنے بتوں کے سامنے کرتے ہیں۔

آیت مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ کی تفسیر

جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ قبر پرستی بدترین فتنہ ہے۔ تو جان لینا چاہیئے۔ کہ آیۂ مندرجہ بالا میں چار باتوں کا ذکر ہے۔ اوّل اشراک باللہ۔ دوم خرّ من السّماء سوم خطف الطّیر اور چہارم القاء الرّیح فی مکان سحیق۔

(۱) اِشْرَاکُ بِاللّٰہِ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیرانا یہ ہے۔ کہ ان تمام صفات کو جو ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ مثلاً زندہ کرنا، مار ڈالنا، اولاد بخشنا، روزی دینا اور پوشیدہ امور پر مطلع ہونا وغیرہ وغیرہ ان کو کسی اور کی طرف منسوب کریں۔ اور یہ اعتقاد رکھیں۔ کہ مذکورہ بالا کام اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا بھی کر سکتا ہے۔ یہی شرک ہے۔ ورنہ ایسا کوئی شخص نہیں جو یہ کہے کہ خدا تعالیٰ کا شریک کوئی اور خدا بھی ہے۔

(۲) خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ

آسمان سے گر پڑنا یہ ہے۔ کہ دین توحید آسمان کی طرح ایک بلند مقام ہے۔ جہاں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی سنت کی روشنی آفتاب عالمتاب کی طرح مومنوں کے دلوں کو منور کرتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار روشن ستاروں کی طرح فرزندانِ اسلام کی رہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَصْحٰبِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ؕ

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم روشن ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کا اتباع کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔

پس جس نے توحید کو چھوڑا۔ وہ گویا آسمان جیسے بلند مقام سے گر پڑا۔ یہاں کَاَنَّمَا حرفِ تشبیہ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

(۳) خَطفُ الطّیرُ

جانوروں کا اُچک لے جانا یہ ہے۔ کہ شیاطین مشرکین کو اُچک لے جانے کے لئے فضاء آسمانی میں تیرتے رہتے ہیں اور جسطرح چیل اور کوّے مور و ملخ کا شکار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ مشرکین کو اپنا شکار بناتے ہیں؛

(۴) تَھوِی بہِ الرّیحُ

لیکن یہاں ایک اور بات قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ مشرک دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن پر دنیا میں ہی شرک کا حکم لگ سکتا ہے۔ اور دوسرے وہ جو قیامت کے روز مشرکین کے زمرہ میں شمار ہوں گے۔ تو خطف الطیر کی تمثیل میں پہلی قسم کے مشرکین کا ذکر ہے۔ جو شیاطین کے قبضہ میں پورے پورے آ چکے ہیں۔ اور تہوی بہ الریح میں دوسری قسم کے مشرکین کا ذکر ہے اور وہ ہوا جس کا اس میں ذکر ہے۔ نفسانیت کی ہوا ہے۔ جو اکثر منافقوں کی ہلاکت و موت کا موجب ہوتی ہے۔ دوسری جگہ اہل نفاق کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴: ۱۴۴)

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ڈالے جائیں گے۔

اور اس امر پر بھی غور کرنا چاہئیے۔ کہ ریح سے مراد اگر نفس پرستی کی ہوا ہے۔ تو مکان سحیق سے کیا مراد ہے۔ جہاں خواہشاتِ نفسانی کی ہوا لے جا کر ٹپک دیتی

ہے، اور انسان اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس سے مراد تقلید کا مقام ہے۔ جہاں پہنچکر عموماً کہا جاتا ہے۔ کہ:۔

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ (۴۳: ۲۳)

ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہی کے پیچھے پیچھے چلے جائیں گے:۔

حقیقتِ ظلم

غرض جب معلوم ہو گیا کہ شرک وہ ظلم عظیم ہے جس کا پھل ہمیشہ ہلاکت و تباہی ہے تو بدعات و محدثات سے جو شرک کا مقدمۃ الجیش ہیں، پوری قوت اور انتہائی ہمت کے ساتھ پرہیز کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ظلم کی بنیاد گو ابتدا میں تھوڑی ہوتی ہے لیکن آنیوالی نسلیں ہمیشہ اس پر اضافہ کرتی رہتی ہیں۔

قصہ ہابیل و قابیل

آدم علیہ السلام کی جس قدر اولاد پیدا ہوتی تھی۔ تمام کی تمام احکام الٰہی کی پابند ہوتی تھی۔ سب سے پہلا فساد جو عالم انسانیت میں ہوا۔ اس کا سبب حرام کی طرف رجحان و میلان تھا۔ یعنی قابیل نے خلافِ دستور اپنی توام بہن کو نکاح میں لینا چاہا اور رب العالمین کی نافرمانی کا داغ اپنی پیشانی پر لگایا۔ جب بدکاری اور ہوائے نفس کا جذبہ اُس کے دل پر غالب آگیا۔ تو ارتکابِ معاصی کی خاطر اُسنے اپنے حقیقی بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ جب کبھی دنیا میں قتلِ ناحق کا ارتکاب ہو۔ تو اس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کے اعمالنامہ میں بھی لکھا جائے۔

بھائی کے قتل کے بعد قابیل آدم علیہ السلام کے پاس سے بھاگ گیا۔

اور کوہستانی جنّوں میں مل گیا۔ اس کی اولاد خدا کی نافرمان ہوگئی۔ لیکن چونکہ یہ لوگ خفیہ طور پر رہتے اور تعداد میں کم تھے۔ اس لئے ان کا فتنہ کامیاب ہوا اور باقی لوگ ان کے فتنہ سے بچکر حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر چلتے رہے۔

بُت پرستی کی ابتداء

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے فرزند نامدار حضرت شیث علیہ السلام آپ کی وصیت کے مطابق قائمقام بنے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے نبی ہوئے۔ پھر جب ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ تو بقول بعض اسی وقت تصویر پرستی کی بنیاد پڑگئی۔ اور بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ ان کے بعد بھی انکی اولاد میں رشد و ہدایت کا منصب باقی رہا۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت شیث علیہ السلام کے ہکرم پوتوں میں سے تھے۔ جو حضرت شیث علیہ السلام کے بعد شرف نبوّت سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو کئی قسم کے علوم عطا فرمائے۔ حتٰی کہ علم نجوم بھی آپ ہی کی ذات سے شروع ہوا۔ پھر جب آپ کو بھی اللہ تعالےٰ نے آسمان کے راستے جنّت میں داخل فرمایا۔ تو آپ کی قوم کے دل میں آپ کی زیارت کا بیحد شوق پیدا ہوا۔ حتٰی کہ آپ کی جدائی کے صدمہ سے بعض لوگ پریشان ہوہو گئے۔ اسوقت شیطان لعین جو انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے آپکی اولاد یا بعض احباب و معتقدین کے پاس انسانی شکل میں حاضر ہوکر کہنے لگا۔

"میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی روشن و مبارک شکل کو خوب دیکھا ہے اور فن مصوّری بھی خوب جانتا ہوں۔ اگر حکم ہو تو حضرت ادریسؑ کی تصویر بنادوں تاکہ اس کو ان کے خلوتخانے میں بحفاظت رکھدیا جائے۔ اور دروازے پر اس کے برابر شیشہ لگادیا جائے۔ پھر لوگوں میں منادی کرادی جائے۔

تا کہ زیارت کے لئے آئیں۔ پس وہاں لوگ آتے تھے۔ اور نذر و نیاز لاتے تھے۔ اور اس تصویر کو دیکھ کر وجد اور شوق کا اظہار کرتے تھے البتہ وہ لوگ جو راہ راست پر تھے۔ اور ہدایت خداوندی سے بہرہ ور تھے وہ انکو ان ناجائز باتوں سے روکتے رہے اور خود اللہ تعالیٰ کے دین کی سیدھی راہ پر ڈٹے رہے لیکن مشیتِ ایزدی کے بموجب دنیا میں خیر کے ساتھ شر کا وجود بھی قائم رہے نیکو کاروں کی مزاحمت نے بدکاروں کے دل پر کچھ اثر نہ کیا۔ اور ہوتے ہوتے اس قوم میں بت پرستی اور قبر پرستی کی بنیاد پڑ گئی۔ چنانچہ صالح لوگوں کی وفات کے بعد ان کی تصویروں کی پرستش ہونے لگی۔ بتوں کے نام ان بزرگوں کے نام رکھے گئے اور بتوں کی تعظیم و تکریم کو ان بزرگوں کی تعظیم و تکریم شمار ہونے لگی۔ چنانچہ سورہ نوح میں ہے۔

لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (۷۱:۲۳)

اپنے معبودوں کو یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو مت چھوڑنا۔

اس آیت کی شرح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر بزرگانِ سلف فرماتے ہیں کہ ود، سواع وغیرہ نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جو قومِ نوح میں گزرے ہیں۔ جب ان بزرگوں میں سے کوئی مر جاتا تو لوگ ان کی قبروں پر اعتکاف بیٹھتے ان سے حاجتیں طلب کرتے اور آہستہ آہستہ ان کے معتقدوں نے انکے مجسمے اور بت بنا لئے اور پرستش شروع کر دی چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ نوح میں ان بتوں کے متعلق فرماتا ہے :۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ

وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝

حضرت نوحؑ نے کہا اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی۔ اور اس شخص کی پیروی کی جس کے مال و اولاد نے اُسے نقصان ہی نقصان پہنچایا۔ انہوں نے بڑے بڑے حیلے کئے اور کہا معبودوں کو مت چھوڑنا، ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی پوجا ترک نہ کرنا۔ حالانکہ ان کی پوجا نے بے شمار لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس یا اللہ! تو ایسے ظالموں کی گمراہی میں اضافہ کر تاکہ یہ جلدی برباد ہوں۔

غرض جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ قبر پرستی اور قبور و تصاویر کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا شرک کی بنیاد ہے۔ تو ان سب بے اصل گمراہیوں، بدعتوں اور پرستشوں سے بہت بچنا چاہیئے۔ اور ان باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ جو قبر پرستی کی اشاعت کے لئے بمنزلہ تمہید کے ہوتی ہے۔ مثلاً بزرگوں کے متعلق خواب اور مکاشفات جو عوام میں قبر پرستوں کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں اور خدائے ذوالجلال کے کلام صریح کے مخالف ہوتے ہیں۔

صحت کا معیار

یاد رہے کہ امورِ دینیہ کی بنیاد تین چیزوں پر ہے اوّل آیاتِ محکمات جو کلام خدا ہیں۔ دوم احادیثِ صحیحہ جو کلام رسول مقبول ہیں۔ اور سوم اجماعِ صحابہؓ جو امتہ مرحومہ کے سلف صالحین ہیں۔ جو بات ان تینوں میں سے کسی ایک کے خلاف ہوگی اُسے مردود سمجھنا چاہیئے اور اس پر کبھی عمل نہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح قبر پرستی کی بیماری کی اصل بھی انہی تینوں میں تلاش کرنی چاہیئے۔ اگر ممانعت ثابت ہو جائے تو اسے چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ جان لینے کے بعد گمراہی کا راستہ اختیار کرنا بدترین بدبختی اور کھلی ہوئی جہالت ہے۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور اس ارشاد کا مطلب معتبر تفاسیر میں دیکھنا چاہیئے۔
اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَ قَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ط فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ہ (۴۵: ۲۳)

کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کر دینے کے بعد کون ہدایت کرے۔ کیا تم عبرت نہیں پکڑتے؟

اندھی محبّت کا فتنہ

تاریخ و تفسیر کی معتبر کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لے جانے کے بعد جس چیز نے بنی اسرائیل کو برباد کیا۔ وہ اندھی محبّت کا فتنہ تھا۔ یہود نے اپنے احبار کو جو ان کے علماء اور ارشاد و ہدایت کے منصب دار تھے۔ اپنا ربّ اور حاجت روا بنا لیا۔ اور نصاریٰ نے اپنے مشائخ کو جو زاہد و عابد تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو نبی اللہ تھے۔ یہودیوں کی مانند اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مقرر کر لیا۔ چنانچہ ہر مصیبت اور مہم میں یہود اپنے احبار کی طرف اور نصاریٰ اپنے مشائخ اور رہبان کی طرف رجوع کرتے۔ اور جو کچھ وہ ان کو فرماتے بجا لاتے اور کبھی غور نہ کرتے۔ کہ ان کا فرمان احکامِ الٰہی کے موافق بھی ہے یا نہیں۔ حالانکہ ان کے پیغمبروں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو معبودِ واحد کی عبادت کا پیغام پہنچا دیا تھا؟

اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو رب بنا لینے کی تشریح

بنی اسرائیل کی عادات میں ذکر ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے ایسے افعال کو شرک سے تعبیر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ (۹: ۳۱)

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء کو مشائخ کو اپنا پروردگار بنا لیا اور مریمؑ کے بیٹے مسیح کو بھی، حالانکہ انہیں جو کچھ حکم دیا گیا تھا۔ وہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک خدا کی بندگی کریں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک ہے اس شرک سے جو یہ لوگ اس کی ذات میں ٹھیرا رہے ہیں:۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ان افعال کو شرک سے تعبیر فرمایا ہے پس معلوم ہو گیا کہ جو کوئی مذکورہ بالا کام کرے گا۔ اس کی طرف شرک کی نسبت درست ہو گی۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ جو اس زمانے میں کہتے ہیں۔ کہ پیر صاحب کے ہر حکم کی اطاعت فرض ہے۔ خواہ وہ حکم شریعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کی تائید میں حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو جو بالکل مجاز ہے، حقیقت مانکر بطور سند پیش کرتے ہیں ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

پیر طریقت اگر حکم دے تو مصلیٰ شراب سے رنگین کر لو۔ کیونکہ سالک ہی راہ و رسوم سے واقف ہوتا ہے

توحقیقت میں یہ لوگ بھی بنی اسرائیل کے مشرکوں کی طرح شرک کی وادی میں بھٹک رہے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں بھی توبہ اور دین پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

بنی اسرائیل پر کیوں لعنت ہوئی

یہود اور نصاریٰ کی یہ بھی عادت تھی۔ کہ نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو معابد کی طرح سمجھتے تھے۔ اور بزرگوں کے قبرستان میں مساجد بنانا اور ان میں عبادت کرنا بہ نسبت کسی دوسری جگہ کے افضل جانتے تھے۔ مقابر پر روشنی کرتے، ان کا طواف کرتے، ان کو سجدہ کرتے، ان کو مزین اور آراستہ رکھتے، ان پر خوشبودار چیزیں جلاتے، اور ان میں نماز پڑھنا ضروریات دین میں سے سمجھتے تھے۔ ان کے ہی متعلق سرورِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو صحاح ستہ اور مصابیح میں ہے۔ کہ:۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ ط

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی اس لئے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا:

صاحب مجالس الابرار نے بھی اس حدیث کو اس گروہ کے رد میں تحریر فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ پر اس لئے لعنت فرمائی۔ کہ وہ انبیاء کرام کی قبروں پر نمازیں پڑھتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے۔ کہ قبروں پر یا قبروں کی طرف سجدہ کرنا صاحبِ قبر کی تعظیم

کے لئے ہے حالانکہ یہ شرک ہے۔ اگر ان لوگوں کا گمان ہو۔ کہ نماز کی حالت میں بزرگوں کی قبور کی طرف منہ کرنا دو گونہ عبادت ہے، ایک پرستش الٰہی، دوسرے تعظیم بزرگاں تو یہ بھی شرک ہے۔ قوم نوح علیہ السلام میں سجدہ تعظیم ہی سے صنم پرستی شروع ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اس بارے میں اوپر گزر چکی ہے جو آیۃ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا کے متعلق ہے۔ اور انہی معنوں میں صحاح میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِی وَثَنًا (میری قبر کو بت مت بنانا) اور جناب الٰہی میں دعا فرماتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِی وَثَنًا يُعْبَدُ ؕ

یا الٰہی! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس سے پرستش ہونے لگے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ وثن کا لفظ صنم سے عام تر ہے۔ علماء نے اس کا اطلاق شکل والی اور غیر شکل والی چیزوں پر کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جس قبر کی پرستش کی جائے۔ وہ بھی وثن کے حکم میں داخل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وثن کی پوجا سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ترجمہ اوثان (بتوں) کی پلیدی سے بچو:۔

حضرت ابوبکر بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ محدثین سلف میں سے ہیں۔ اپنی تصنیف میں ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص مدینہ منورہ میں گنبد خضرا کے پاس کھڑا ہو کر کچھ کہہ رہا تھا حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے دیکھا۔ تو منع کرتے ہوئے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ:۔

لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِی وَثَنًا ترجمہ:۔ میری قبر کو بت مت بنانا،

حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کے اس قول سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ قبروں کے سامنے ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ جو بت پرست اپنے بتوں کے سامنے کرتے ہیں۔ کیونکہ قبروں کے سامنے ایسی حرکات کرنے سے وہ قبریں اوثان (بتوں) کی تعریف میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور ان سے بچنا ضروری ہے۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جن کا طریقہ سراسر سنت کے مطابق ہے۔ فرماتے ہیں:۔

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی
بگرد و کارِ مرداں کن درستی

تو کب تک بزرگوں کی قبریں پوجیگا۔ جا اور ان کے اتباع میں اپنی آخرت درست کر

آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت مبارک تھی۔ کہ جس کام سے انہیں شرکِ خفی کی بھی بو آئی۔ اس سے نہایت کوشش کے ساتھ پرہیز فرمایا کرتے۔ پھر کیا مجال کہ قبرپرستی جیسے باطل فعل کی تائید میں ان کا کوئی قول یا فعل ثابت ہو۔ بلکہ اس کے برعکس انکا ہر قول و فعل قبرپرستوں کے ہر خیال کی پرزور تردید کر رہا ہے

پہلا واقعہ

چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہُ کے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابہ کرام رضؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دعاءِ استسقاء کیلئے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے

اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنا کر یوں دعا کی :۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِیِّکَ وَنَحْنُ الْاٰنَ نَتَوَسَّلُ بِعَمِّ نَبِیِّکَ

اے اللہ! ہم اپنی دعاؤں میں اس سے پہلے تیرے نبی کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اب ہم تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں :

آپ کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی غائب اور گذشتہ انسان کو وسیلہ بنانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو سرورِ کائنات سے حضرت عباس افضل نہ تھے۔ کیوں نہ یوں فرمایا کہ پہلے ہم تیرے پیغمبر کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب اس کی روحِ پاک کو وسیلہ بناتے ہیں ؛

دوسرا واقعہ

مکہ معظمہ کی راہ میں ایک کیکر کا درخت تھا۔ اس درخت کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد پر بیعت لی تھی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ لوگ اس درخت کے پاس اہتمام سے جاتے اور اس کے نیچے نوافل پڑھتے ہیں تو آپ نے اس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا۔ تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو۔ اور شرک نہ پھیلے ؛

تیسرا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے اسی رستے میں

فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو ایسی جگہ نوافل پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتفاقاً ایک بار سفر کی حالت میں نماز پڑھی تھی۔ تو آپ نے لوگوں کو اس سے بھی روکا اور فرمایا

إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِمِثْلِ ذَالِكَ كَانُوا يَتَّبِعُونَ آثَارَ الْاَنْبِيَاءِ ؛

تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔ کہ تمہارے اس فعل کی طرح انبیاءؑ کے نشانات کی پیروی کرتی تھیں ؛

یعنی جس جگہ لوگ پیغمبروں کے قدموں کے نشانات دیکھتے تھے، اسے متبرک و مقدس سمجھنے لگ جاتے تھے ؛

منقوشہ پتھر بالکل جھوٹے ہیں

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ثابت ہوگیا۔ کہ جو لوگ آجکل منقوشہ قدم اور پتھر کے گھڑے ہوئے پنجے کسی مقام پر گاڑ دیتے پھر انہیں زیارت اور نذر و نیاز کا محل قرار دیتے، اور کہتے ہیں کہ یہ" فلاں بزرگ کا ہاتھ" اور" فلاں بزرگ کا پاؤں" ہے۔ ان کا یہ فعل پیغمبروں کی سنت اور صالحین کے طریقہ کے سخت مخالف ہے، بھلا جس صورت میں ان کی محض زیارت و تعظیم ہی سنت کی شدید ترین مخالفت ہے، تو ان سے دعا و التجا کرنا، یا حاجت روائی چاہنا کس درجہ کی گنہگاری ہوگی۔ حاشا یہ ایسا ناپاک عمل ہے، جو فلاح اُخروی کے قطعاً منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُوْنَ (۵: ۲۹)

مسلمانو! بلاشبہ شراب، جوا، بت (انصاب) اور پانسے، ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو:

نصب کی تشریح

مفسرین کرام انصاب کی تشریح میں لکھتے ہیں:-

اَلْاَنْصَابُ جَمْعُ نُصُبٍ بِضَمَّتَيْنِ اَوْ جَمْعُ نَصْبٍ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَسُكُوْنِ الصَّادِ وَهُوَ كُلُّ مَا نُصِبَ وَعُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ شَجَرٍ اَوْ حَجَرٍ اَوْ قَبْرٍ اَوْ غَيْرِ ذَالِكَ ط

انصاب نصب کی جمع ہے۔ خواہ نون اور صاد دونو مضموم ہوں۔ یا نون مفتوح اور صاد ساکن اور نصب (اللہ تعالیٰ کے سوا) ہر وہ چیز ہے۔ جس کو زمین میں گاڑ کر پوجا جائے۔ خواہ وہ درخت ہو، یا پتھر اور قبر وغیرہ:

اس آیت کریمہ کو اسی تفسیر اور انصاب کی اسی تشریح کے ساتھ صاحب مجالس الابرار اپنی کتاب میں قبور پر نماز پڑھنے، ان سے استمداد و استعانت چاہنے اور ان پر چراغاں کرنے کی تردید کے بیان میں لائے ہیں، لکھتے ہیں:-

وَالْوَاجِبُ هَدْمُ ذَالِكَ كُلِّهٖ وَمَحْوُ اَثَرِهٖ كَمَا اَنَّ عُمَرَ بَلَغَهٗ اَنَّ النَّاسَ يَنْتَابُوْنَ الشَّجَرَةَ الَّتِيْ بُوْيِعَ تَحْتَهَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلَيْهَا فَقَطَعَهَا

ایسی تمام باطل چیزوں کو ڈھا دینا اور نشان تک مٹا دینا واجب ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ لوگ قصداً اس درخت کے پاس جاتے ہیں

جس کے نیچے خود فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر (جہاد کے لئے) بیعت کی تھی۔ تو آپ نے ایک شخص کو بھیجا اور اس نے اس کو کاٹ دیا۔

اور ایک روایت میں ہے فاستاصلھا (یعنی جڑ سے اکھیڑ دیا)

یہ روایت تمام ایسی چیزوں کے مٹا دینے کے عین موافق ہے جن کے معبود بن جانے کا اندیشہ ہو۔

مصنف مذکور اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

"جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سلوک اس درخت کے ساتھ کیا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے (جہاد پر) بیعت لی تھی اور جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں فرمایا ہے کہ :-

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (۱۹:۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو تیرے ہاتھ پر اس درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

تو اُن چیزوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا لازم ہو گا، جو انصاب میں داخل ہیں اور جن کے سبب سے عالمِ اسلام میں ایک فتنہ عظیم برپا ہے :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو گرا دیا

آگے لکھا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بڑھ کر خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مسجد ضرار کو گرا دینا ہے۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ تمام ایسی عمارتوں کو گرا دینا چاہیئے۔ جو فتنہ و فساد کے لحاظ سے مسجد ضرار کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہوں۔ جیسے قبرستان کی مسجد وغیرہ اسلام کا حکم ایسی عمارتوں

کے متعلق یہی ہے کہ ان کو گرا کر سطح زمین کے برابر کر دیا جائے۔ اسی طرح اُن قبوں کو گرادینا بھی واجب ہے جو قبروں پر بنائے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کی تو بنیاد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت پر ہے پھر ان کا ڈھادینا تو مسجد ضرار کے ڈھادینے سے بھی اولیٰ وانسب ہے۔ ایسی عمارت کے گرادینے کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے قبروں پر قبے بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اُن لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں۔ غرض ہر ایسی چیز کے گرادینے میں جلدی کرنا واجب ہے۔ جس کا بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے منع فرمایا ہے اور جس کا بنانے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک ملعون ہے"۔

قبر پر سے چراغ اور قندیل کا اُٹھا دینا

آگے لکھتے ہیں "اسی طرح چراغوں اور قندیلوں کا اٹھادینا بھی واجب ہے۔ جو قبروں پر روشن کئے جائیں۔ اس لئے کہ قبروں پر چراغ جلانے والوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ اور جس فعل پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہوتا ہے"۔

ایسی نذر معصیت ہے

پھر لکھتے ہیں "ایسے ہی موقعہ کے متعلق علماء نے کہا ہے۔ کہ قبروں کے لئے چراغ اور روغن وغیرہ کی نذر ماننا ناجائز ہے۔ کہ یہ نذر معصیت ہے اس کا پورا کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ ایسی نذر کیلئے قسم کے کفارہ کی طرح کفارہ دینا لازم آتا ہے۔ پھر یہ بھی جائز نہیں، کہ تیل وغیرہ کسی قسم کی کوئی چیز قبروں

کے لیئے وقف کی جائے۔ کیونکہ ایسا وقف ہی صحیح نہیں - اور نہ اس کا قائم رکھنا اور جاری کرنا حلال ہے"۔

چوتھا واقعہ

پھر لکھتے ہیں "ہمیں معلوم ہے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جن کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ) ہوتے

انہی نے فتنہ قبر پرستی کو جو گذشتہ اور موجودہ اقوام کے لیئے شرک کا سرچشمہ بن رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے قول و عمل سے اس طرح ملیامیٹ کر دیا۔ کہ موحد مسلمانوں کے ذہن میں اس کا کوئی تصور بھی باقی نہ چھوڑا چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا۔

صحیحین میں عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے جو بعض کی رائے میں صحابی اور بعض کے نزدیک تابعی ہیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک روایت ہے۔ جو تیز تلوار کی طرح اس شر کا قلع قمع کرتی ہے۔

قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

(عابس بن ربیعہ نے) کہا، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ "میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے

جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے، نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا۔ تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا ؛

پس جب حجر اسود کے متعلق آپ کا یہ خیال ہے جو خدا نے بہشت سے اتارا اور بیت اللہ شریف کے کونہ میں نصب کیا گیا۔ تو دوسرے پتھروں، درختوں اور مقبروں کی کیا حقیقت ہے۔ جو شرف و مزیت میں اس کے سامنے حقیر و بے حقیقت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ جو تمام تر ہدایت ہیں یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ حجر اسود کے چھونے یا چومنے سے قبروں وغیرہ کو چھونے یا چومنے کی دلیل لینا قیاس مع الفارق ہے جسے عقل ٹھکراتی ہے کیونکہ حجر اسود کا چھونا یا چومنا تو محض سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کی خاطر جاری کیا گیا ہے ؛

آپ کے اس ارشاد میں ایک اور بھی نکتہ ہے کہ اگر کوئی شخص حجر اسود میں نفع یا نقصان پہنچانے کی طاقت تسلیم کرے اور اس وجہ سے خوف یا طمع دل میں رکھ کر اس کی تعظیم کرے یا اس کو بوسہ دے تو یہ بھی شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی ؛

صحیحین میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو بڑے پایہ کے صحابی ہیں :-

لَمْ اَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُ مِنَ الْبَیْتِ اِلَّا الرُّکْنَیْنِ الْیَمَانِیَیْنِ ط

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو رکن یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے سوا کعبہ کی کسی اور چیز کو بوسہ دیتے نہیں دیکھا ؛

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکن یمانی

کو بھی چوما اور جمہور کا یہی خیال ہے۔ البتہ رکن شامی کے چومنے میں کلام ہے لیکن اس پر بھی شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ "صرف حجر اسود کو چومنا چاہیئے اور رکن یمانی کو چھونا ہی کافی ہے"

محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں زبیر بن عربی تابعی سے ایک روایت لائے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کو چومنے کے متعلق سوال کیا۔ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسے چھونے اور چومتے دیکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرون اولیٰ میں مسلمان شرک خفی سے بھی اس قدر ڈرتے اور عقیدۂ توحید پر قائم رہنے کے لئے اس قدر اہتمام کیا کرتے تھے کہ حجر اسود کو چومنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ اور جب انہیں ایسا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہو جاتا تو پھر ایسا کرتے تھے۔

مگر افسوس آج مسلمان بالکل بیباک ہو گئے ہیں صراطِ مستقیم چھوڑ کر ٹیڑھی راہ اختیار کرتے ہوئے نہیں گھبراتے۔ آج جس پتھر اور مقام کی نسبت سن پاتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی یادگار ہے اسی پر جھک جاتے اور دور دراز مقامات سے اس کی زیارت کے لئے اور حاجت روائی کی خاطر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور شرک کا خوف نہیں کرتے۔ پھر اس پر شیرینی، پھول اور خوشبوئیں چڑھا کر اس شخص کا قرب ڈھونڈتے ہیں، جس کی طرف اس کی نسبت ہو۔ اسی طرح تسبیح کو "خاکِ شفا" کہتے اور پیر کے عصا، کو پیر کا قائمقام سمجھتے ہیں

عصائے موسیٰ علیہ السلام

یہ بات مشہور و معروف ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصائ کی کبھی تعظیم نہیں کی۔ نہ ہی لوگوں کو اس کی زیارت کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ عصائ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام کی معرفت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے ملا تھا۔ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کہ آپ نے اس عصا کے متعلق صرف اسی قدر فرمایا :-

هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ (۲۰ : ۲۰)

یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔ اسی سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑ لیتا ہوں۔ اور میرے لئے اس میں اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں ؛

مگر آج کل پیر کے عصا و نعلین، جبہ و دستار، یا کلاہ و تسبیح میں سے کوئی چیز مرید کے ہاتھ لگ جائے تو مرید اس کو بلند مقام پر نصب کر دیتے ہیں۔ پھر عوام کے لئے اسے زیارت گاہ بنا دیتے اور اس جگہ کا نام درگاہ شریف رکھ دیتے ہیں ؛

بدعتوں کا طریق اشاعت

پھر کوئی تو کہتا ہے۔ صاحب! مجھے فلاں بزرگ کی گودڑی سے وہ فیض ملا۔ جو زندہ بزرگوں سے ہرگز نہیں مل سکتا۔ اور کوئی کہتا ہے اجی! فلاں پیر کا جبہ پہنے ہوئے جو کیفیت مجھ پر طاری ہوتی ہے وہ کسی دوسرے وقت دیکھنے

ہیں نہیں آتی۔

پھر اکثر تو ان اشیاء کو عطر اور خوشبوئیں لگا کر ہمیشہ سنبھالے رکھتے ہیں مگر بعض کبھی کبھی تبرک جان کر ان چیزوں کو استعمال بھی کر لیتے ہیں۔ اور بعض جو ہوشیار ہوتے ہیں سال میں ایک دن ان کی زیارت کے لئے مقرر کر گئے ۔ اس دن ان چیزوں کی طرف تکلّف سے متوجہ ہو کر بیٹھتے ہیں۔ اور اس ساری تعظیم و تکریم کو منسوب الیہ بزرگ کی خوشنودی کا باعث یقین کرتے ہیں ۰

تنبیہ

مخفی نہ رہے کہ اشیائے بزرگاں کی تعظیم و تکریم فوراً ہی کفر و شرک کا موجب نہیں بن جایا کرتی۔ بلکہ یہ مرض آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے، اور جب حد سے بڑھ جاتا ہے۔ تو طبیعت میں شرک کے ساتھ منافقت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا اظہار اس وقت ہوتا ہے۔ جب کوئی عالم ربانی . . . . ان کی تعظیم کرنے سے روکتا ہے۔ اس وقت یہ لوگ عذر اور حیلے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ ہم سے ایسی حرکتیں غلبۂ محبت کی وجہ سے صادر ہوتی ہیں۔ اور علمائے ربانی کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ معرفت سے نابلد، اولیاء اللہ سے ناواقف، اور ان کی کرامتوں کے منکر ہیں یہود نے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت عزیر علیہ السلام کا منکر کہا تھا۔ اور عیسائی اسی طرح مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منکر کہتے ہیں۔ ان گمراہوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں کا قصور یہ ہے کہ یہ کسی کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے ۰

اصل بات یہ ہے کہ گمراہ لوگ قدرتی طور پر حق پرستوں کے مخالف ہونیکی وجہ سے ان کو بدنام کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اس لئے انکے خلاف لوگوں میں نفرت پھیلانے کے لئے طرح طرح کی باتیں مشہور کرتے ہیں، کہ یہ لوگ فلاں بزرگ یا کرامت کے منکر ہیں۔

چنانچہ مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو صابی یعنی بے دین کہتے تھے۔ اور آپ کو ملّتِ ابراہیمی کا منکر خیال کرتے تھے۔ لیکن اہل بصیرت پر لازم ہے۔ کہ فتنہ کے زمانہ میں محفوظ طریقہ اختیار کریں۔ اور ایسی راہ نہ چلیں جس کا نتیجہ شرک و بدعت ہو۔ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سچے متبعین کی سنت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَاَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (۶:۸۱)

میں ان چیزوں سے کیوں ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے۔ جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ان دو جماعتوں میں سے امن کا حقدار کون ہے؟

مقام ابراہیم علیہ السلام

وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر کی

(اور بقولِ بعض) جو دیوار کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہوتا گیا۔ اور تمام عمارت میں کسی دوسرے پتھر کی ضرورت ہی پیش نہ آئی اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کی انگلیوں کے نشان ...... پڑ گئے۔

اور جس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلرُّكْنُ وَالْمَقَامُ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَاَضَاءَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ؕ

رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم جنت کے دو موتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی چمک دمک بجھا دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مشرق و مغرب ان کے نور سے ہر وقت منور رہتے ؏

اور جس کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقامِ ابراہیم رکھا۔ اور اس پر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا:۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ (۲ : ۱۱۹)

(اور ہم نے حکم دیا کہ) ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ پر نماز پڑھا کرو ؏

اور جس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے غرض اِس پتھر کی بابت کہیں مذکور نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے کسی ایک نے کبھی اس پر ہاتھ پھیرا ہو یا اسے کسی وقت بوسہ دیا ہو۔ ہاں اس کے بالعکس اِن باتوں سے اُن کا انکار کرنا ضرور مروی ہے:۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت

نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے جب ایک گروہ کو دیکھا جو مقام ابراہیم کو چھو رہے تھے۔ تو جھٹ ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا:۔

"دیکھو! خدا نے تمہیں اس کو چھونے کا حکم نہیں دیا۔ صرف یہ حکم دیا ہے۔ کہ اس کے قریب نماز پڑھو۔"

اسی طرح صاحب مجالس الابرار نے لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "سلف نے اس پتھر پر ہاتھ پھیرنے سے بھی منع کر دیا ہے جس پہ خدا نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے"۔ اور رازی نے آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی کی شرح میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں کو مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر صرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کو چھونے کا حکم نہیں دیا گیا"۔ پھر لکھا ہے "کہ "علماء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حجر اسود کے سوا (کعبے کی) کسی چیز کو چھونا اور چومنا جائز نہیں۔ بجز رکن یمانی کے کہ اس کو بھی چھونا صحیح ہے، چومنا صحیح نہیں"۔

شیاطین کا ڈھنگ

لیکن شیاطین کا ڈھنگ ہی نرالا ہے۔ وہ ہر زمانہ اور ہر مقام میں پہلے تو ایک بزرگ کی قبر کو تعظیم کے لئے چن لیتے ہیں۔ پھر اس کو عبادت اور بندگی کے لئے بت بنا ڈالتے ہیں اور پھر اپنے ہم نشینوں میں اس امر کی اشاعت کرتے رہتے ہیں کہ جو شخص اس کی پوجا سے روکے یا اس پر اجتماع کرنے سے منع کرے، وہ درحقیقت اس بزرگ کی بے عزتی کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے حق کو تلف کرنا چاہتا ہے۔ پس اس پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جاہل، ان غیر اسلامی حرکات سے روکنے والوں کو قتل کر دینے

کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کی تکفیر اور سزا کے درپے ہو جاتے ہیں حالانکہ اُن کا اس کے سوا اور کوئی جرم نہیں ہوتا۔ کہ وہ اس بات کا حکم دیتے ہیں جس کا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا ہے" پھر لکھا ہے۔ کہ چند اور باتوں نے بھی ان قبر پرستوں کو اس فتنہ میں ڈالا ہے جن میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی غرض وغایت سے جہالت و بے خبری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کی تحقیق اور شرک کے اسباب کی بیخکنی کے لئے بھیجا ہے۔ پس جن لوگوں کو علم کا بہت کم حصہ ملا ہے۔ جب اُن کو ایسے شیاطین قبر پرستی کے فتنہ کی طرف بلاتے ہیں۔ تو چونکہ اُن کے پاس اتنا علم نہیں ہوتا۔ کہ ان کی تردید کر سکیں اس لئے ان کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں۔ مگر صاحبانِ علم بقدر اپنے علم کے اس فتنہ سے محفوظ رہتے ہیں؛

جھوٹی حدیثیں

منجملہ اُن باتوں کے جو یہ لوگ قبر پرستی کے حق میں پیش کرتے ہیں ایسے ایسے اقوال ہیں جو بت پرستوں کی طرح انہوں نے خود گھڑ لئے ہیں اور معتبر بنانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف منسوب کر دیئے ہیں مثلاً

(۱) اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ،

جب تمہیں کسی امر میں پریشانی پیش آئے تو اہلِ قبور سے مدد طلب کرو۔

(۲) اِذَا اَعْيَتْكُمُ الْأُمُوْرُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُوْرِ

جب تم مشکلات میں پھنسو تو اہلِ قبور کا دامن پکڑنا لازم سمجھو۔

(۳) لَوْ حَسَّنَ اَحَدُكُمْ ظَنَّهُ بِحَجَرٍ لَنَفَعَهُ،

تم ہیں سے اگر کسی کو پتھر پر بھی اعتقاد ہو تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ؛

ایک بڑی غلط فہمی

ان کے علاوہ اور بے شمار جھوٹی حدیثیں ہیں۔ جو دین کے صریح خلاف ہیں اور ان قبر پرستوں کی کوشش سے جاہل اور گمراہ لوگوں میں مشہور ہو گئی ہیں یہ جاہل اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے بھیجا تھا۔ کہ پتھروں اور درختوں وغیرہ سے نفع و ضرر وغیرہ کا اعتقاد رکھنے والوں کو قتل کر دیں اور حضور نے ایسا اعتقاد رکھنے سے ہمیشہ روکا بھی ہے ؛

اسی طرح قبر پرستوں نے من گھڑت حکایتیں اپنی تائید کے لئے مشہور کر رکھی ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ایک شخص مصیبت میں مبتلا تھا۔ جب فلاں قبر والے کے پاس گیا اور مدد مانگی۔ تو مصیبت سے نجات پائی۔ فلاں شخص پر آفت نازل ہوئی۔ اس نے فلاں جگہ پہنچکر صاحب قبر سے دعا مانگی تو صاحب قبر نے اس کی تکلیف رفع کر دی۔ اور فلاں شخص نے اپنی حاجت برآری کے لئے فلاں جگہ دعا مانگی۔ اس کی حاجت پوری ہو گئی۔ غرض قبور کے خادموں اور مجاوروں کے پاس ایسی بے شمار باتیں ہیں۔ جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے۔ یہ لوگ خدا کی مخلوق میں سب سے بڑھکر جھوٹے ہیں اس لئے کہ مردہ اور زندہ دونوں کی طرف جھوٹ منسوب کرتے رہتے ہیں۔

چونکہ انسانی طبیعت نفع کی طالب اور نقصان سے مجتنب واقع ہوئی ہے آدمی اپنی ضرورتوں کے لئے بے چین رہتا اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ تو جلد از جلد اس سے نجات پانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اور ہر طریق سے خواہ وہ اچھا ہو یا برا اپنی مصیبت کا علاج تلاش کرتا ہے۔

اس لئے جب وہ سنتا ہے۔ کہ فلاں قبر حاجت روائی کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہے تو دوڑ کر اس کی طرف جانا اور بڑی توجہ وزاری اور عاجزی وسکینی سے دعا کرتا ہے۔ جیسے خداوند کریم تو اس کے عجز کو دیکھ کر قبول کر لیتا اور اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ مگر یہ سمجھتا ہے کہ اس قبر کی تاثیر سے دعا قبول ہوئی ہے۔ بس پھر یہ بات اس کا اعتقاد بن جاتی ہے۔ اتنا نہیں سمجھتا کہ خداوند کریم تو ہر مضطرب اور بے چین کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں ہو، یہی شخص اگر اسی ذلت و فروتنی کے ساتھ دکان، بازار یا حمام میں دعا کرتا، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتا۔ اس میں قبر کی تاثیر سمجھنا نادانی اور جہالت ہے۔ یاد رکھو دعا کا قبول ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ دعا کرنے والا خدا کا محبوب ہی ہو۔ اور وہ اس پر بہت خوش بھی ہو۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ ہر مومن و کافر اور فاسق و فاجر کی دعائیں سنتا اور ان کو قبول کرتا ہے (من المترجم بشرطیکہ ان میں اضطراب و بے چینی ہو)

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (۲۷ : ۶۲)

(وہ کون ہے جو بیقرار کی سنتا اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے)

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دعا و عمل سے وہ چیز آسان کرے۔ جو اس کی رضا کے موافق اور لطف و کرم کے مطابق ہے ؂

حدیث ابی الھیاج الاسدی رضی اللہ عنہ

صحیح مسلم میں ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابی الھیاج الاسدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ ط

کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا۔ کہ کسی مورت کو مٹائے بغیر اور بلند قبر کو سطح زمین کے برابر کئے بغیر نہ چھوڑیو:۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح مسلم میں ہے:۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَأَ ط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے ان پر لکھنے اور ان کو روندنے سے منع فرمایا ہے:۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں اس کے بعد لفظ یُقْعَدُ بھی لکھتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ کیونکہ قبر پر بیٹھنا مومن کی عزت کے منافی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے سے مراد قضائے حاجت کے لئے بیٹھنا ہے:۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کے متعلق خیال

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اغاثہ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس علت کی بناء پر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ اور جس کے سبب سے خدا کی بے شمار مخلوق شرک جلی میں مبتلا ہو گئی۔ وہ علت یہ ہے کہ جو شخص اپنی ہر قسم کی فلاح و اصلاح

قبر کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے وہ اپنے اعتقاد و اثر کے لحاظ سے اس شخص کی نسبت کہیں زیادہ شرک سے قریب ہوتا ہے۔ جو کسی درخت یا پتھر کو اپنی حاجات و توقعات کا قبلہ و کعبہ سمجھتا ہے۔ یہ اعتقاد ہی کا اثر ہے کہ تو دیکھتا ہے۔ اکثر آدمی قبر کے قریب اس قدر تضرع و زاری اور خشوع و خضوع کرتے ہیں کہ خاص بیت اللہ شریف میں سحری کے وقت بھی ظاہر نہیں کرتے۔ اسی طرح قبروں پر نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے وقت وہ جتنے برکت کے امیدوار ہوتے ہیں اتنے مساجد میں نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے وقت نہیں ہوتے پس یہی علت وہ فسادِ عظیم ہے جس کے مادہ کو مٹانے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو مقبرہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ خواہ نمازی کے ذہن میں نماز پڑھنے کے وقت قبر کی برکت ملحوظ نہ بھی ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے طلوع، استوار اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ مشرکوں کے اوقاتِ عبادت ہیں ان اوقات میں وہ آفتاب کی پوجا کرتے ہیں۔ پس اسی سے سمجھ لو کہ جس وقت کوئی شخص قبر کے پاس حصولِ برکت کی نیت سے نماز پڑھتا ہے۔ گو اس کا یہ نماز پڑھنا بھی قبر کی پرستش میں داخل ہوتا ہے۔ ایسا ارادہ و نیت ہی خدا اور رسول کے حکم کے خلاف اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں نئی بات پیدا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔

چنانچہ مجالس الابرار میں لکھا ہے۔ کہ جب شارع علیہ السلام نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے اس لئے روکا کہ کہیں یہ بات عبادت غیر اللہ کے لئے دلیل نہ بن جائے۔ تو قبروں سے استمداد کا کیا کہنا۔ جو صریح شرک اور کفر کا کھلا ہوا ذریعہ ہے۔ قبر پرست ان کو یا مولا کہکر پکارتے ہیں ان

سے حاجتیں مانگتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے پاس نماز پڑھنا مسجدوں سے زیادہ افضل ہے"۔

آگے لکھا ہے "بہت لوگوں کو حاجتوں کے ہجوم نے برباد کیا۔ کہ گھبرا کر اہل قبور سے حاجتیں مانگنے لگے۔ اور کئی ایک کو اس اعتقاد نے ہلاک کر دیا۔ کہ مسجدوں کی بہ نسبت انبیائے کرام کی قبروں کے پاس نماز پڑھنا افضل ہے"

اسلام اور قبر پرستی

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اغاثہ میں فرماتے ہیں:۔

اگر کوئی شخص موجودہ مسلمانوں کے اقوال و افعال کا موازنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کرے۔ تو وہ ان کی کسی چیز کو بھی آثار و سنت کے ساتھ موافق نہ پائے گا۔ کیونکہ دونوں کی آپس میں ضد اور عدم مطابقت ظاہر ہے مثلاً

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبورِ انبیاءؑ پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ مگر آج مسلمان شوق سے پڑھتے ہیں:۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر مسجدیں بنانے سے روکا۔ مگر آج ان پر بڑی بڑی عمارتیں بنائی جاتیں۔ اور ان کا نام مشاہد و درگاہ رکھا جاتا ہے۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبور پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا مگر قبر پرست مسلمان قبروں پر قندیلیں اور شمعدان روشن کرتے اور اس کام کے لئے جائدادیں وقف کر جاتے ہیں۔

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں کو پختہ بنانے سے روکا، مگر یہ ان پر شاندار "قبّے" بناتے ہیں ۔

۵۔ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر کتبے لکھنے سے منع فرمایا مگر یہ لوگ ان پر آیاتِ قرآنی لکھتے ہیں ۔

۶۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر زائد مٹی ڈالنے سے منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ مٹی سے بھی بڑھ کر اینٹ پتھر اور چونہ لگاتے ہیں ۔

۷۔ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قبروں کو عید گاہ نہ بناؤ" مگر یہ لوگ ان پر عید کی طرح اجتماع کرتے اور دن مقرر کر کے سالانہ عرس منعقد کرتے ہیں ۔

غرض اس مقابلہ میں یہ لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہر حکم کے مخالف اور دین کی ہر رسم کے دشمن نظر آتے ہیں ۔

قبر پرستوں کا غلو

صاحب مجالس الابرار اس قسم کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہ فرقہ ضالہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ بعض غالیوں نے بیت اللہ کے آداب کی طرح (اللہ تعالےٰ اس کی عظمت اور شرف کو بڑھائے) قبروں کے آداب اور ارکان و مناسک پر کتابیں لکھ دی ہیں اور ان کا نام مناسک حج المشاہد رکھدیا ہے" اس کے بعد لکھتے ہیں" مگر مخفی نہ رہے کہ ایسا کرنا درحقیقت اسلام کی جگہ بت پرستی اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ ان کا طریقہ پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے بالکل مختلف ہے"

عملی غلوّ

آگے لکھا ہے۔ "پس دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور اس مذہب کے درمیان جو انہوں نے قبور کے متعلق بنا رکھا ہے۔ کس قدر فرق ہے اور اس میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں، کہ اس گمراہ کن بدعت کے مفاسد حد سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبروں کو مساجد پر فضیلت دیتے ہیں۔ حالانکہ مساجد اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و افضل تر ہیں۔ پھر جب قبروں پر جاتے ہیں۔ تو اس قدر رقت اور ادب، خشوع اور عاجزی کے ساتھ داخل ہوتے ہیں کہ خدا کی مساجد میں اس کیفیت کے ساتھ کبھی داخل نہیں ہوتے۔ ان کے نزدیک قبروں کو سجدہ گاہ بنانا، ان میں چراغاں کرنا، اعتکاف بیٹھنا، پردے لٹکانا، عود و اگر جلانا، اور ان کی صفائی کے لئے ملازم رکھنا، ان کی پوجا کے لئے اشاعت کرنا، اور ان کی مجاورت کرنا، بیت اللہ کی مجاورت سے افضل اور ان کی خدمت کرنا مساجد کی خدمت سے بہتر ہے"۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں صاحب مجالس الابرار نے جو کچھ کہا درست کہا ہے۔ ان لوگوں کی حرکات راز ہائے سربستہ نہیں ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ ہوتے دیکھا ہے۔ اور ان کی باتوں کو اپنے کانوں سے سنا ہے۔

چیلنج

صاحب مجالس الابرار نے آگے لکھا ہے۔ "قبروں کے لئے نذریں

ماننا، ان کی زیارت کے لئے دور اور نزدیک سے سفر کر کے آنا، ان کے پاس نمازیں پڑھنا، ان کے گرد طواف کرنا، ان کو چومنا یا چھونا، اور ان پر ہاتھ یا منہ رگڑنا، ان کی مٹی یا کنکر اٹھا کر گلے میں لٹکانا۔ اہلِ قبور سے رزق اور اولاد کے لئے یا بیماری سے شفا یا قرض سے خلاصی کے لئے دعائیں مانگنا یا دیگر حاجات دنیوی میں ان سے استمداد چاہنا سب قبر پرستی میں داخل ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام وہ حاجتیں جو بت پرست اپنے بتوں سے چاہتے ہیں یہ ان قبروں سے مانگتے ہیں "۔ اس کے بعد لکھا ہے :-

وَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْهَا مَشْرُوعًا بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ إِذْ لَمْ يَفْعَلْ شَيْئًا مِنْهَا رَسُولُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَالتَّابِعِين وَسَائِرُ أَئِمَّةِ الدِّينِ صَلَوٰةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور آئمہ دین رحمہم اللہ میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا، اور بالکل ناممکن ہے کہ ان میں سے ایک کام بھی اُن سے جائز ثابت ہو سکے "۔

آگے لکھا ہے " دنیا میں صرف تین دور ایسے گزرے ہیں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور) جن کے خیر القرون ہونے کی شہادت خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔ جو کام ان تینوں گروہوں نے نہیں کیا اس کا جائز اور نیک ہونا محال ہے۔ اب جو شخص ایسی باتوں کے ارتکاب کی جرأت کرتا ہے۔ جن کا ثبوت ان زمانوں میں نہیں ملتا۔ تو اس کے فاسق ہونے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود گواہی دی ہے "۔

آگے لکھا ہے :-

جو شخص ہمارے کلام میں شک کرے اُسے چاہئیے کہ ان تین زمانوں میں سے کوئی ایک مثال پیش کرے جس سے قبر پر نماز پڑھنا یا اس سے حاجت چاہنا تو بڑی بات ہے۔ صرف اتنا ثابت ہو سکے کہ صحابہ کرام، تابعین یا تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے مصیبت کے وقت فلاں قبر کا قصد بھی کیا ہو۔ اس سے استمداد کی یا اُسے چُوما یا چھُوا ہو۔

ہاں قرونِ ثلاثہ کے بعد ان لوگوں نے ایسی حرکتیں کی ہیں جو ناخلف تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (۱۹: ۶)

لیکن پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کھو دی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے۔ سو قریب ہے کہ ان کی سرکشی ان کے آگے آئے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، اور عہدِ رسالت دُور تر ہوتا گیا۔ توں توں یہ فتنہ رواج پاتا گیا۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اس موضوع پر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں سے بعض کو پڑھ کر افسوس ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔ برعکس اس کے گور پرستی کے خلاف بہت سی مرفوع روایات موجود ہیں۔ جن کی سند مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ انہی میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَزُوْرَ فَلْيَزُرْ

فَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا!

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا (مگر اب اجازت ہے) پس جو کوئی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرے وہ جا سکتا ہے۔ مگر بیہودہ باتیں نہ کہے۔

صاحب مجالس الابرار لکھتے ہیں کہ "ہجر" کے معنی یاوہ گوئی ہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں "کہ ان متبرکیہ افعال و اقوال سے بدتر کون سی یاوہ گوئی ہو گی جو یہ لوگ قبروں کے پاس کرتے ہیں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار ان بدعتوں کے رد میں اس قدر ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے نزدیک نماز پڑھتے دیکھا تو تیزی سے کہا:۔

اَلْقَبْرُ! اَلْقَبْرُ! - قبر ہے قبر (یعنی قبر سے پرہیز کرو)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا القبر! القبر! فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ قبر کے قریب نماز پڑھنے سے بچنا چاہیئے۔ اہل عرب کا قاعدہ ہے جب کسی چیز سے ڈرانا ہو تو اس کا نام بار بار لیتے ہیں۔ تاکہ مخاطب اس سے جلدی بچ جائے۔ جیسے ایک شخص کو شیر کے قریب جب پہنچا ہوا دیکھتے ہیں یا مہلک سانپ کے قریب پاتے ہیں تو کہتے ہیں "شیر! شیر!" "سانپ! سانپ!" تاکہ وہ بچ جائے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر کے قریب جا کر نماز پڑھنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ قبر کے قریب جائز

سمجھ کر نماز پڑھتے تھے۔ غالب احتمال یہ ہے، کہ انہیں قبر کا علم ہی نہ ہو یا انہوں نے دیکھی ہی نہ ہو۔ اور یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر کے قریب نماز پڑھنے کی ممانعت سے خوب باخبر و واقف تھے۔ پس جونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ تو معلوم ہو گیا۔ اور نماز پڑھنے سے رک گئے ؏

حَدِیْث لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ۔

میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ۔ مجھ پر درود بھیجو۔ تم جہاں ہو گے۔ مجھے تمہارا درود پہنچ جائے گا ؏

غور کرو۔ جب گنبد خضراء کو مسجد بنانے سے روک دیا گیا۔ جو شرف اور فضیلت میں دنیا بھر کے مقابر و مآثر سے افضل ہے۔ تو دوسری قبریں کتنی زیادہ اس ممانعت کی اہل ہیں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ (جہاں چاہو درود بھیجو مجھے پہنچا دیا جائیگا) میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے۔ کہ چونکہ درود پڑھنے کا ثواب قبر سے دور و نزدیک یکساں طور پر ملتا ہے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو عیدگاہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ غرض قبروں کے عید گاہ بنانے میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ جن کی تفصیل اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ؏

معجزات وکرامات

مذکورہ بالا احادیث و آثارِ مرویہ کو بغور و فکر دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صراطِ مستقیم یہی ہے۔ کہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فرمانبردار بندے ہیں۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی، اور اس کے کارخانہ میں بھی کچھ دسترس نہیں رکھتے۔ رہے ان کے معجزات و کرامات تو ان کی حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کیلئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اختیار سے اُن کے دخل کے بغیر بعض اوقات ما فوق الفطرت امور کا اظہار اُن کے ہاتھ سے فرما دیتا ہے۔ جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے پیچھے لگ کر صراطِ مستقیم پر جو انہیں انعام کے طور پر نصیب ہوا ہے چل سکیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں، جو انسان کی پیدائش کی اصلی غرض ہے۔ پس جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق کو چھوڑ دیا اور زید و بکر کے قول و فعل پر فریفتہ ہو کر کہنے لگے :۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۳۹/۳

ہم صرف اس لئے انہیں پوجتے ہیں۔ کہ ہمیں خدا کا مقرب بنا دیں۔

تو یہ لوگ بھی پہلی گمراہ اور باطل قوموں کی طرح غلط راہ پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ (ان کے اور اہل ایمان کے درمیان جو اختلاف ہے) اس کا فیصلہ قیامت کے روز کرے گا۔ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

(۳۹ : ۵)

مشرک جماعتیں

مشرک جماعتوں کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ ایک مشرک جماعت کا نام شنویہ ہے۔ ان کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ موجوات کے صانع دو ہیں۔ یزداں اور اہرمن،

(۲) دوسری ستارہ پرست، ان کو صابی بھی کہتے ہیں۔

(۳) تیسری ہنود۔ ان کا خیال یہ ہے کہ مدبراتِ عالم مختلف روحانی وجود رکھتے ہیں۔ اور ان کو راضی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی مورتیاں بنا کر پوجا کی جائے۔

۴۔ جماعت پیر پرست

اور چوتھی پیر پرست۔ اس جماعت کے شرکیہ عقائد کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی خدا کا نیک بندہ اپنی ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے مستجاب الدعوات اور عند اللہ مقبول ہو جاتا ہے۔ تو مرنے کے بعد اس کی روح کو بہت سی قوت اور وسعت عطا ہو جاتی ہے۔ اگر اس بزرگ کے نشست و برخاست کے مقام پر یا اس کی قبر پر اس کا تصور باندھ کر عاجزی اور ذلت کا اظہار کیا جائے۔ تو بہ سبب قوت و وسعت مذکورہ کے اس بزرگ کی روح تصور کنندہ کے حال سے واقف ہو جاتی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اس کی شفاعت کرتی ہے۔

اس جماعت کے رد میں بے شمار آیات الٰہی اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (۴۴ : ۳۹)

کیا ان (مشرک) لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو معبود قرار دے رکھا ہے جو ان کی سفارش کرینگے۔ آپ کہہ دیجیے اگرچہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں پھر بھی تم ان کو اپنا سفارشی ہی مانے جاؤ گے؟

دُعا عبادت کا نام ہے

اور ارشاد ہے:-

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۴۶ : ۵)

اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے۔ جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارتا ہے۔ جو قیامت کے دن تک بھی اس کا کہنا نہ کرے۔ اور ان کو پکارنے کی بھی خبر نہ ہو:

سچ ہے، غیر اللہ کو پکارنے والے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گمراہ نہیں۔ اس آیتِ کریمہ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ جن غائب ارواح اور پوشیدہ اجسام کی دنیا میں پرستش ہو رہی ہے اور ان سے حاجت روائی کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں۔ وہ ارواح و اجسام دعائیں مانگنے والوں کی دعاؤں سے بالکل غافل اور بیخبر ہیں۔ خواہ وہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح و اجسام ہیں یا اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے، اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ انہیں بلائے گا اور وہ اپنے

پکارنے والوں کی باتوں پر مطلع ہوں گے۔ تو بجائے اس کے کہ وہ ان کی سفارش کریں یا اُن پر خوش ہوں، اُلٹے ان کی عبادت سے انکار کر دینگے ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۔ (۴۶: ۶)

اور جب تمام لوگ اکٹھے کیے جائینگے، تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے:

دُعا ہی عبادت ہے

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ پہلی آیت میں صرف دعا کا ذکر تھا۔ اس میں دعا کو عبادت سے بدل کر حقیقت واضح کر دی۔ کہ دعا ہی عبادت ہے۔ چنانچہ اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا:۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (۴۰: ۶۳)۔

اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو۔ میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں۔ وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (دعا ہی عبادت ہے)

اور فرمایا:۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (دُعا عبادت کا مغز اور اصل ہے)

انبیاء یا اولیاء سے مدد چاہنا انکی عبادت کے مترادف ہے

پس ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ سے حاجت روائی چاہنا، اُن کو پکارنا اور اُن کی قبروں پر فریاد کرنے کے لیے جانا اُن کی عبادت کے برابر ہے اگرچہ یہ لوگ اپنے زعم میں ایسا نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ہم تو صرف قبروں کی زیارت کرتے ہیں۔ ان کی عبادت نہیں کرتے :-

دراصل ان کے ایسے عذراتِ لنگ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مقاصد کا راز کھل جاتا ہے۔ کہ جن کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے زیارتِ قبور سے بالکل روک دیا تھا۔ فرمایا :-

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ۔

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا (مگر اب اجازت دیتا ہوں) پس قبروں پر جایا کرو۔ کیونکہ اُن کی زیارت کرنے سے آخرت یاد آتی ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ قبروں کی زیارت سے بہت سے فتنوں کا خیال کرتے ہوئے میں نے منع کر دیا تھا۔ لیکن ان کی زیارت میں ایک نفع بھی ہے۔ اور وہ آخرت کا یاد آنا ہے۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ زیارت کیا کرو۔ پس اس دینی نفع کے خیال سے قبروں کی زیارت مباح ہے۔ اور اس لحاظ سے مسلموں اور غیر مسلموں کی قبور پر جانے کا نفع برابر ہے

کیونکہ قبر کا دیکھنا بھی جنازے کو دیکھنے کی طرح موت کی یاد دلاتا ہے اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

شرک شفاعت کے منافی ہے

چنانچہ حضرت مسلم رحمہ اللہ نیشاپوری نے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ:-

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَمَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَاسْتَأْذَنْتُ فِيْ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِيْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ تو حضور خود بھی روئے۔ اور آپ کے ساتھی بھی رو پڑے۔ پھر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لئے بخشش مانگنے کی اجازت چاہی تھی مگر نہ ملی۔ پھر میں نے قبر کی زیارت کے لئے درخواست کی تو منظور ہو گئی۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ ان کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ حب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ کے لئے بخشش مانگنے کی اجازت نہ ملی تو جو لوگ بزرگوں کی قبروں پر اس لئے جاتے ہیں کہ شرکیہ افعال کریں۔ بھلا وہ ایسا کر کے ان بزرگوں کی شفاعت کے سزاوار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ جبکہ شرک ملیخ

شفاعت ہے۔

زیارتِ قبور سے مقصود کیا ہونا چاہیے

غرض معلوم ہو گیا۔ کہ جب زیارتِ قبور سے مقصد ذکرِ موت و آخرت ہی تو موت و آخرت کو یاد کرنے، دنیا سے بے رغبتی حاصل کرنے اور اہلِ قبور کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے اگر کوئی سنت کے مطابق زیارت کے لئے چلا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اور جو لوگ اس کے برخلاف طلب حاجات اور ارتکاب منکرات کے لئے قوالی سننے، مہ جبینوں کو دیکھنے اور سجدہ کرنے کی غرض سے وہاں جاتے ہیں، ممکن ہے، ایسے زائرین لعنت کے سزاوار بھی ہو جائیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض زائرین قبور پر لعنت بھی فرمائی ہے۔ ابو عیسیٰ ترمذی، امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ رحمہم اللہ اجمعین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

لَعِنَ زَوَّارَاتُ الْقُبُوْرِ۔ (قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی)

بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ عورتوں پر قبروں کی زیارت اس لئے منع کی گئی ہے۔ کہ وہ رقیق القلب ہونے کی وجہ سے گریہ و بکا سے باز نہیں رہ سکتیں اور بین کرنے لگتی ہیں۔ جو کہ حرام ہے۔ غرض وہی زیارت لعنت کا موجب ہو گی۔ جس میں خلافِ شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہو۔ خواہ ایسا کرنے والی عورتیں ہوں یا مرد اور وہ زیارت جائز و مباح ہے۔ جو مسنون طریقہ سے کی جائے۔ خواہ عورتیں کریں یا مرد۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی ؎

زیارتِ قبور کا مسنون طریقہ

اب ہم بیان کرتے ہیں۔ کہ قبروں کی زیارت میں کیا کرنا چاہیے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بارے میں کیا دستور رہا ہے۔ مشکوٰۃ، باب زیارت القبور۔ پہلی فصل میں بحوالہ صحیح مسلم بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ :۔

پہلی حدیث

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُھُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَی الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھایا کرتے تھے کہ جب کسی قبرستان میں جائیں تو یوں کہیں سلامتی ہو تم پر اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالےٰ سے خیر و عافیت مانگتے ہیں ؎

اسی باب کی دوسری فصل میں بحوالہ ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ کے قبرستان پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا!

دوسری حدیث

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ

اے اہلِ قبور! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخشدے۔ تم ہمارے سلف ہو اور ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں؛

تیسری حدیث

اور تیسری فصل میں مسلم کی ایک روایت ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پوچھا "میں اگر قبرستان میں جاؤں، تو کیا کہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، یوں کہا کرو:-

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ۔

سلامتی ہو مومنوں اور مسلمانوں پر۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

احادیث ثلاثہ کا خلاصہ مطلب

ان تمام احادیث سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک زیارتِ قبور سے بجز ذکرِ موت و یادِ آخرت

کے کوئی اور چیز مقصود نہ ہوتی تھی۔ اور آپ اپنے لیے اور اہلِ قبور کے لیے دعائے رحم و مغفرت فرمایا کرتے تھے، تاکہ اہلِ قبور کو زندوں کی دعائے مغفرت سے فائدہ پہنچے۔ اور ہمیں بھی اس کارِ خیر سے اجر نصیب ہو۔ کیونکہ کسی کا اپنے لیے اور اپنے موتیٰ کے لیے دعائے مغفرت کرنا مشترکہ طور پر دونوں کے واسطے موجبِ ثواب ہے۔

لیکن اس کے برعکس جو لوگ جلبِ منافع و دفعِ مضرات کیلئے قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور بزرگوں کی روحوں کو جملہ احوال سے باخبر جان کر عاجزی و انکساری کے ساتھ ان سے دعائیں کرتے ہیں، اور کہتے ہیں "ہماری فلاں حاجت پوری کرو"، یا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کرو تاکہ ہماری عقدہ کشائی ہو" تو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ عنہم سب ان لوگوں کے اس آئین سے بیزار ہیں۔

بچنے کا طریق

مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریق کی پیروی کریں۔ جن کے احوال و اقوال کو ہزارہا متقی اور متدین اہلِ علم نے جمع کیا ہے۔ اور جن کی پیروی کے متعلق متعدد نصوصِ صحیحہ وارد ہیں اور زید و بکر کے پیچھے نہ جائیں۔ جن کی پیروی کے لئے کوئی حکم نہیں آیا۔ اور جن کے بے سروپا احوال و اقوال کی کوئی صحیح سند نہیں ملتی۔

اس فتنہ کے زمانہ میں یہ بھی لازم ہے کہ اپنے اور اپنے بزرگوں کے احوال کو حضور اور صحابہ کی سنت کے میزانِ عدل میں تول لیا جائے کیونکہ!

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ؕ (۱۱ : ۴۵)

آج اللہ کے حکم سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ بجز اس کے جس پر وہ خود رحم کرے۔

اختلاف فتنہ ہے جس نے قوموں کو ہلاک کر دیا ہے

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بواسطہ وحی یہ ظاہر ہو گیا تھا۔ کہ اختلاف اور تفریق کا سمندر میری امّت کو بھی قومِ نوح (علیہ السلام) کی طرح طوفانِ ضلالت و گمراہی میں غرق کر دے گا۔ اور میری اور میرے اصحاب و عترت (رضی اللہ عنہم) کی سنّت کی کشتی میں سوار ہونے کے بغیر کوئی صورت بچنے کی نہ ہوگی چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ہے کہ :-

اَلَا اِنَّ اَهْلَ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ۔

خبردار! میرے اہلبیت تمہارے لئے سفینۂ نوحؑ کی مانند ہیں۔ جو شخص اس میں بیٹھ گیا بچ گیا۔ اور جس نے اس میں بیٹھنے سے پس و پیش کیا۔ وہ ضرور ہلاک ہوگا :۔

حدیثِ اہلبیت

بظاہر یہ حدیث صرف اہلِ بیت کے مناقب میں سے معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں اس کو اہلِ بیت ہی کے مناقب میں لائے ہیں۔ مگر معناً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی اس میں شامل ہیں۔ جیسا کہ صحاح میں اہلِ سنن نے عرباض بن ساریہؓ کی حدیث کو خلفائے اربعہ کے فضائل میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ معناً اس میں اہلِ بیت

بھی داخل ہیں۔ حدیث یہ ہے:۔

مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ

جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر لازم ہے۔ کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو خوب مضبوط پکڑے رہو اور بدعات سے بچو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے:

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت تمام مسلمانوں کے لئے ہر زمانہ اور رہر مقام میں لازم و واجب ہے۔ اور یہ متابعت کسی شخص کی خاطر نہیں چھوڑی جا سکتی۔ کیونکہ وہ ملعون ہیں جو دانستہ سنت نبوی صلعم کو ترک کرتے ہیں۔ ان سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور ایسے لوگوں کا اتباع کرنا بھی ٹھیک نہیں ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ ہ

جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین کے مطابق نہیں وہ مردود ہے۔

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت چھوڑ کر پیروں، فقیروں کی اطاعت کرنا ان کو معبود بنا لینے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو احبار و رہبان کا پرستار اسی بناء پر کہا کہ وہ ان کا اسی قسم کا اتباع کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (ترجمہ:۔ یہود اور نصاریٰ نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنا لیا) تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے پوچھا

جو پہلے عیسائی تھے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا نے ان کو کس طرح احبار اور رہبان کا پرستار کہا۔ جبکہ وہ ان کی پرستش نہیں کرتے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا جس چیز کو احبار و رہبان حلال کرتے تھے اسے وہ حلال نہیں جانتے تھے۔ اور جس چیز کو وہ حرام کرتے تھے وہ حرام نہیں جانتے تھے۔ حالانکہ ان کا حکم شریعت کے صریح مخالف ہوتا تھا؛ عدی نے کہا ہاں یارسول اللہ ایسا تو کرتے تھے آپ نے فرمایا تو یہی اُن کی پرستش ہے۔

مقبولیت بارگاہِ الٰہی کی علامت

صراطِ مستقیم میں ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی شخص کی ایسے کام میں اطاعت کرے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال وحرام یا وجوب و استحباب کا حکم نازل نہیں ہوا، تو ایسے شخص کو بھی مذمت کا ایک حصہ ملے گا۔ جیسا کہ اس بدعت کے بانی و موجد کو ملے گا۔

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں، ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاَئِمَّۃَ الْمُضِلِّیْنَ ط

مجھے صرف اپنی اُمت کے گمراہ کن اماموں کا خوف ہے۔

صحیح مسلم میں ہے آپ نے فرمایا:۔

یَکُوْنُ اُمَّۃٌ لَا یَھْتَدُوْنَ بِھَدَایَتِیْ وَ لَا یَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِیْ وَ سَیَقُوْمُ فِیْھِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الشَّیَاطِیْنِ ط

میرے پیچھے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو نہ میری ہدایت پر عمل کریں گے اور نہ میری سنت پر چلیں گے۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوں گے (ان کے پیشوا)

جن کے دِل شیطانوں جیسے ہوں گے۔

غرض کسی کام میں سنت کی پیروی کرنا اسکی مقبولیت کی علامت اور سنّت کی خلاف ورزی کرنا اس کے مردود ہونے کی نشانی ہے۔ اور اس میں عالم وجاہل اور امیر وغریب سب برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سالکانِ منزلِ عشقِ (الٰہی) کے لئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ (۳ : ۲۹)

اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ تو تمہیں چاہیئے کہ میری پیروی کرو (اگر تم نے ایسا کیا، تو) اللہ تم سے محبت کرے گا اور خطائیں بخش دے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا محبوب ہونا۔ اور گناہوں کی مغفرت حاصل کرنا سنّتِ نبوی صلعم کے اتباع کے بغیر ناممکن ہے۔ حضور رسولِ مقبول صلعم کے ایک حکم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اتباع بھی حضور ہی کے اتباع میں داخل ہے۔ اس لئے ہر مسلم پر فرض ہے کہ امورِ دینیہ میں وہی کچھ کرے جو حضور صلعم اور صحابہ کرام نے کیا۔ اور وہ کام ہرگز نہ کرے جو انہوں نے نہیں کیا۔ تاکہ صحیح معنوں میں سنت کا متبع ہو جائے۔

عقاید میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مطابقت ضروری ہے

کسی شخص کا زندگی کے سارے اعمال وافعال میں سنت کا ایسا پابند ہو جانا کہ کوئی عمل بھی سنت کے خلاف نہ ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص کے بغیر محال ہے۔ ہاں اتنی بات ہر مسلمان کے لیے ضروریاتِ ایمان سے ہے

کہ عقائد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ موافقت تامہ رکھتا ہو۔ کیونکہ علماء محققین نے فرمایا ہے۔ کہ درجات و مراتب میں فرق ہو تو ہو عقائد کے لحاظ سے تمام مسلمان خاص و عام برابر ہیں :

معیارِ صحت

غرض گور پرستی و پیر پرستی کا مرض جو بزرگوں کے عقیدہ کے سراسر خلاف ہے۔ مناسب ہے کہ اس کا علاج قرآن مجید کی محکم آیات سے کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی امراض کے لئے شفا فرمایا ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ عقائدِ باطلہ جو شیطان رجیم کی تعلیم کا نتیجہ ہیں چھوڑ دینے چاہئیں۔ اور جو شخص ایسا نہیں کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔ جیسا کہ بدپرہیز بیمار اپنے نفس پر خود ظلم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ط (۱۷ : ۸۲)

ہم نے جو کچھ قرآن میں نازل کیا ہے۔ تو وہ یقین کرنے والوں کے لئے (روح کی) ساری بیماریوں کی شفا اور رحمت ہے۔ اور جو نافرمان ہیں۔ تو انہیں کچھ فائدہ ہونے والا نہیں بجز اس کے کہ انکار و شقاوت کی وجہ سے زیادہ تباہ ہوں :

بالفاظِ دیگر کلام پاک بمنزلہ مفید دوا و صالح غذا کے ہے۔ کہ جس سے صحیح مزاج لوگ تو مستفید ہوتے اور طاقتور ہو جاتے ہیں۔ مگر فاسد مزاج لوگوں اور قلبی روگیوں کی خباثت کی مرض اور زیادہ بڑھتی اور دنیا و آخرت میں خسارہ کا

موجب بنتی ہے ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش کی برکت میں کلام نہیں مگر باغ میں اس سے گل و لالہ پیدا ہوتے ہیں اور بنجر زمین میں گھاس پھوس۔

اور فرمایا :-

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ (٧ : ٥٨)

اور دیکھو اچھی زمین اپنے پروردگار کے حکم سے اچھی پیداوار نکالتی ہے۔ لیکن جو نکمی ہے۔ اس سے بجز نکمی چیز کے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم (حکمت و عبرت) کی نشانیاں ان لوگوں کے لئے دہراتے ہیں جو خدا کی نعمتوں کے شکرگزار ہیں۔

اور فرمایا :-

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط (٧ : ٤١)

جنتی کہیں گے ساری ستائش اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں اس زندگی کی راہ دکھائی۔ ہم اس کی راہ کبھی نہ پا سکتے۔ اگر وہ ہماری رہنمائی نہ کرتا۔ بلا شبہ ہمارے پروردگار کے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے۔

اور فرمایا :-

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (٤٢ : ٥)

ایک فریق بہشت میں ہوگا۔ اور ایک دوزخ میں۔

باب دوم

اسوۂ انبیاء کرام علیہم السّلام

اسوۂ ابراہیمی علیہ السلام

پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء کرام کے ساتھ عقائد میں موافقت رکھنا ضروری ہے۔ تو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انہوں نے اپنی حاجات و مہمات میں کبھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری طرف توجہ نہیں فرمائی۔ وہ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بیچارہ و عاجز ہی سمجھتے رہے اور اس کی نافرمانی سے بھاگ کر ہمیشہ اس کی رضا کی طرف دوڑنے کی کوشش فرماتے رہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو جو جدّ انبیاء اور تمام مسلمانوں کے ہادی و پیشوا ہیں۔ جب آپ کو آتش نمرود میں گرایا جا رہا تھا اور منجنیق سے گر کر فضاء آسمانی میں سے آگ کی طرف آ رہے تھے تو آپ گویا اس وقت اپنے اس عملی نمونہ سے دو باتوں کی طرف ہدایت فرما رہے تھے اوّل یہ کہ ایسے حالات میں ہر مسلم کو اسی طرح کرنا چاہیئے جس طرح آپ نے کیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا عمل صرف مقربانِ بارگاہِ الٰہی کو ہی نصیب ہو سکتا ہے معتبر تواریخ و تفاسیر میں لکھا ہے۔ کہ جب آپ اس حالت میں گر رہے تھے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر پوچھا، کوئی حاجت ہو تو فرمائیے! آپ نے فرمایا اَمَّا اِلَیْکَ حَاجَتِیْ فَلَا! (مجھے آپ کی کوئی ضرورت

نہیں!) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا تو پھر اللہ تعالیٰ ہی سے دعا فرمایئے آپ نے فرمایا۔ حَسْبِیْ عَنْ سُوَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ (دعا کی کیا ضرورت وہ میرے حال سے واقف ہے!)

آپ کے ان دونوں فرمانوں پر غور کرو۔ پہلے جملہ کی نحوی ترکیب کے لحاظ سے اصل عبارت یوں ہے مُہِمًّا یَّکُنْ فِیْ بَلَاءٍ فَلَا حَاجَۃَ اِلَیْکَ (کیسی ہی بلا نازل ہو مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں!) یہ جملہ صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ غیر اللہ کے سامنے حاجت پیش کرنا ناروا ہے۔ خواہ وہ خدا کا بھیجا ہوا کیوں نہ ہو۔

علماء محققین نے کہا ہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانوں میں سے ایک امتحان تھا۔ خداوند تعالیٰ نے جس طرح آپ کو چند کلمات میں آزمایا تھا۔ ویسا ہی چند معاملات میں بھی آزمایا" اور جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی علت میں لکھا ہے۔ کہ "جبرائیل علیہ السلام کو آپ کے حالِ زار پر رحم آیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، کہ اگر حکم ہو تو ان کی مدد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ پوچھو"۔

اس واقعہ کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیئے۔ کہ کوئی بادشاہ اپنے خزانے پر مقرر کر کے کسی شخص کو ہدایت کرے کہ میرے سوا کسی کو خزانہ کی چابی نہ دینا۔ پھر خود ہی اس کی اطاعت کا امتحان لینے کے لئے اپنے ایک مقرب کو بھیجدے کہ جا کر چابی طلب کرو۔ مگر یہ نہ کہنا کہ بادشاہ نے چابی کے لئے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ اب اگر وہ بادشاہ کی ہدایتِ خاص کے مطابق اس کو بھی چابی نہ دے۔ تو بادشاہ جان لے گا کہ یہ شخص واقعی وفادار ملازم ہے۔

اُسوۂ حضرت اسحاق علیہ السلام

لکھا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی خواہش تھی۔ کہ ان کے بعد ان کا بڑا بیٹا عیص علیہ السلام وارثِ نبوت قرار پائے۔ لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی رُوح سے کبھی امداد نہ چاہی۔ اور بحکمِ خداوندی کہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ عیص علیہ السلام کی بجائے یعقوب علیہ السلام نبی ہو گئے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (اور اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔)

اُسوۂ یعقوب علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کے صدمۂ فراق میں جو حال حضرت یعقوب علیہ السلام کا ہوا مشہور خاص و عام ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۱۲: ۸۴)

(حضرت یعقوبؑ چلّا اُٹھے) آہ یوسف کا دردِ فراق! اور شدت غم سے رونے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور سینہ غم سے لبریز تھا۔

لیکن باوجود اس بیقراری کے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام کی ارواح سے جو سب کے سب نبی تھے۔ اور ان کی ازواج مطہرات سے جو آپ کی مائیں اور امہات المومنین تھیں۔ کبھی مدد نہ چاہی۔ حالانکہ یہ سب آپ کے قریب ہی مدفون تھے۔ آپ نے بڑی سے بڑی تکلیف میں اگر کہا تو یہ کہا!۔

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ٥ (١٢ : ٨٦)

میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں ؛

اس آیہ میں اِنَّمَآ کلمہ حصر ہے۔ اس کے لانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ استمداد تو کجا کبھی کسی سے اپنا حالِ دِل بھی بیان نہیں کیا۔ چنانچہ آپ کا دوسرا قول ہمارے مطلب کی تائید کر رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (١٢ : ١٨)

اور جو باتیں تم بیان کرتے ہو۔ ان میں اللہ ہی کی مدد درکار ہے ؛

اُسوہ یوسفی علیہ السلام

آپ نے عزیزِ مصر کے گھر میں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی شبیہ مبارک دیکھ کر ایک نہایت ہی اہم آزمائش سے نجات پائی۔ لیکن جب قید خانہ کی مصیبتیں جھیل رہے تھے۔ کبھی اپنے والد ماجد کی روح سے مدد کے طالب نہ ہوئے۔ بلکہ اس کے بالعکس دوسرے قیدیوں کو بھی غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر خالص ایک خدا کا قائل کر دیا۔ قرآن کریم میں آپکا تبلیغی خطبہ مذکور ہے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ط (١٢ : ٤٠)

اے یارانِ مجلس ! کیا بہت سے رب بہتر ہیں۔ یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے ؟ تم اس کے سوا جن ہستیوں کی پوجا کرتے ہو ان کی حقیقت اس کے

سوا کچھ نہیں کہ محض چند نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کر لئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیئے کوئی سند نہیں اتاری، حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں۔ یہی اصل دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے:۔

صَاحِبَیِ السِّجْنِ کی تفسیر صوفیا کے نزدیک

صوفیائے کرام جو سنت نبوی صلعم کے سچے پیرو تھے۔ اس آیہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ دو قیدیوں سے مراد دو قسم کے غلام ہیں۔ اول سیم و زر کے غلام کہ خدا ان پر لعنت کرے۔ اور یہ امرا و سلاطین کا طبقہ ہے، اور دوسرے نفس نابکار کے غلام جو اس کا شدید ترین دشمن ہے۔ اور ان کی مذمت خود ذات باری تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ جبکہ فرمایا:۔

اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰٮهُ (۴۵ : ۲۳)

کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنایا۔

اور آنحضرت کا ارشاد ہے:۔

اَعۡدٰی عَدُوِّكَ نَفۡسُكَ الَّتِیۡ بَیۡنَ جَنۡبَیۡكَ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۵

یعنی سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے۔ جو تیرے پہلو میں ہے (اور) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم ماننے کے لائق نہیں:۔

اور دوسری جگہ ان دو گروہوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَلدُّنۡیَا سِجۡنُ الۡمُؤۡمِنِ وَجَنَّةُ الۡكَافِرِ

دنیا مومن کے لیئے قید خانہ۔ اور کافر کے لیئے جنت ہے۔

اس حدیث کا اُلٹ یہ ہے کہ آخرت کافروں کے لئے قید خانہ اور مومنوں کے لئے جنّت ہوگی ۔

اُسوہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

جناب پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ساتھ اکثر جنگیں پیش آئیں ۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشمار تکلیفیں اٹھائیں خصوصاً مکّی زندگی میں آپ سخت بیچارگی کی حالت میں تھے ۔ مگر باوجود اس کے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ارواح سے کبھی مدد نہیں مانگی ۔ حالانکہ منصبِ ہدایت کے علمبردار ہونے کے ساتھ وہ آپ کے جدّ امجد بھی تھے ۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کوئی قبر پرست کہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر مکہ سے بہت دور تھی اس لئے آپ معذور تھے ۔ تو اسے کہنا چاہیئے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر تو حطیم کعبہ کے اندر تھی ۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا علم بھی تھا ۔ پھر کیوں نہ آپ نے ہجرت سے پہلے اس پر کوئی چیز بطور نذر چڑھائی کیا لا اللہ ولوں آپ حضرت خدیجہ کے مال کی وجہ سے خوشحال بھی تھے ۔ تو اصل بات یہ ہے کہ آپ ایسے مظہر رشد و ہدایت سے ایسے مشرکانہ افعال کا صادر ہونا ہی ممکن نہ تھا ۔

واقعہ معراج

واقعہ معراج میں ذکر ہے ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ مگر اس تمام واقعہ میں کہیں ذکر نہیں کہ ان سے آپ نے کسی قسم کی مدد مانگی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس سارے واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جس کسی سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ کی طرف سے اس کو نفع ہی پہنچا۔ چنانچہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقتدی ہوئیں۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام ٹھہرے۔ نیز آپ کا ان کو پہلے سلام علیکم کہنا جو ایک قسم کی دعا ہے۔ یہی غرض سے تھا۔ اور نیز بعض انبیاء کا آپ کو مرحبا بابن الصالح اور بعض کا مرحبا بالاخ الصالح کہنا اسی بات کی دلیل ہے۔ کہ ان کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نفع عظیم پہنچا۔ اسی لئے انہوں نے مرحبا کہا:۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ فَرَضَ اللّٰهُ عَلٰی اُمَّتِیْ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً فَرَجَعْتُ بِذَالِكَ حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ وَعَلٰی اُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِیْقُ ذَالِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا..... الخ

اللہ تعالیٰ نے معراج میں میری امت پر ۵۰ نمازیں فرض کیں۔ میں لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام ملے۔ انہوں نے پوچھا آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے کیا کچھ فرض کیا گیا ہے؟ میں نے کہا۔ ۵۰ نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام بولے آپ اللہ کی طرف لوٹ جائیں اور تخفیف کرائیں۔ کیونکہ آپ کی امت سے اتنا بوجھ نہ اٹھایا جا سکے گا۔ چنانچہ میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا۔ اور نصف

معاف ہوگئیں۔ آخر حدیث تک۔

تو اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کا مدد مانگنا نہیں پایا جاتا بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالم بالا کی وہ کیفیت باوجود قرب اتم حاصل ہونے کے اب تک معلوم نہ ہو سکی تھی۔ جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً معلوم ہوگئی یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو دریافت کرنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا؟ استمداد کی تو یہ صورت تھی کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بالارادہ تشریف لاتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر اتنا بوجھ ڈال دیا۔ آپ اس میں تخفیف کے لئے سفارش کریں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے جاتے اور یہ تخفیف عمل میں آتی۔ مگر یہاں تو بات ہی اور ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ مَرَرْتُ علیٰ مُوسیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام پر میرا گذر ہوا۔ ظاہر ہے کہ کسی پر گزر ہونا ایک اتفاقی بات ہے۔ جس میں قصد و عزم کو کوئی دخل نہیں۔ جیسا جاتے گزر ہوا ویسا واپسی کے وقت بھی ہوا۔

ایک اور اعتراض

اگر کوئی پیر پرست کہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خود اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اتم حاصل تھا۔ اس لئے آپ کو کسی واسطہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف خود متوجہ ہو سکتے تھے۔ مگر ہمیں بزرگوں کی ارواح کو واسطہ بنانے کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہم پیغمبر اور رسول نہیں ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تو ان جاہلوں کو سمجھانا چاہیئے۔ کہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو اللہ کے رسول نہ تھے۔ اس پر بھی مہمات دینی و دنیوی میں تمہاری مانند صاحبِ گنبدِ خضرا صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد نہیں مانگتے تھے۔

باب سوم

تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اُسوۂ صدّیقی رضی اللہ عنہُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال سے زیادہ خلافت کی اس مدت میں آپ کو کئی قسم کی تکلیفیں پیش آئیں۔ مگر کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ نے کسی بھی مصیبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے مدد مانگی ہو۔ آپ ایسا شرکیہ فعل کیونکر کر سکتے تھے آپ نے تو اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقعہ پر اپنی تقریر میں پیر پرستی کی ایسی تردید کی کہ اس کی بیخ و بنیاد ہی ہمیشہ کیلئے اکھاڑ کے رکھدی:۔

واقعہ رحلتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ لکھا ہے۔ کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس صدمہ کے باعث حواس باختہ ہو گئے۔ کہ کسی کو وفات کی خبر بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت کسی دوسرے محلہ میں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو بلوا بھیجا۔ آپ آئے اور حجرہ کے اندر تشریف لے گئے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک تھا تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دے کر پڑھا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (۳۹ : ۳۱)

بیشک (اے نبی) آپ کو بھی مرنا ہے اور ان (لوگوں) کو بھی مرنا ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقریر

پھر مسجد نبوی میں تشریف لائے، کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائش بیان کی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (۳ : ۱۳۸)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سوا کیا ہیں۔ کہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے۔ جو اپنے اپنے وقتوں میں ظاہر ہوئے۔ اور راہِ حق کی دعوت دے کر دنیا سے چلے گئے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پا جائیں۔ یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں راہِ حق سے پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی راہِ حق سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اور جو لوگ شکر گذار ہیں۔ تو

قریب ہے کہ خدا انہیں ان کا اجر عطا فرمائے:

اس آیت کے تلاوت کرنے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ لوگوں کو ڈرایا جائے۔ تاکہ یہ لوگ اس حادثۂ عظیم کے سبب سے حواس باختہ ہو کر دین میں سست نہ ہو جائیں، پھر فرمایا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَقَدْ مَاتَ مُحَمَّدٌ (فَاِنَّہٗ قَدْ مَاتَ) وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ:

لوگو! جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ وہ سن لے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ زندہ و قائم ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس تقریر بے نظیر کو سن کر ہوش میں آئے اور آپ کی تعریف کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت سن کر ایسا معلوم ہوا۔ گویا ہمارے سینوں سے محو ہو گئی تھی۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھی تو یاد آگئی۔ اور ہمارے سینے روشن ہو گئے:

اُسوۂ فاروقی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسوۂ حسنہ بھی پیر پرستی و گور پرستی کی بنیاد اکھاڑ دینے والا اور بزرگوں کی متبرکہ اشیاء کی تعظیم کو مٹا دینے والا ہے۔ آپ نے ایک موقعہ پر اپنے ہمراہیوں سے فرمایا، جبکہ وہ ایک مقام پر نماز پڑھنے کے لئے لپک کر جا رہے تھے۔ جہاں ایک دفعہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاقیہ طور پہ نماز پڑھی تھی۔ کہ:۔

اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّبِعُوْنَ آثَارَ الْاَنْبِيَاءِ فَيَتَّخِذُوْنَهَا كَنَائِسَ وَبِيَعًا ؕ

تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ کہ انبیاء علیہم السّلام کے نشانات کے پیرو بن جاتے تھے۔ اور ان کو معابد و گرجا بنا لیتے تھے۔

اُسوۂ عثمانی رضی اللہ عنہ

پہلا واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہُ اپنے عہدِ خلافت میں خطبہ کے وقت بپاسِ ادب ممبر نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلے پایہ کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جس پر سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم خطبہ دیا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہُ اپنے عہدِ خلافت میں دو پائے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ایک سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اور دوسرا خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا شیخین کا یہ عمل اتفاق اور عادت کے طور پر تھا۔ عبادت کے خیال سے نہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں جرأت سے کام لیا۔ اور باوجود اپنی بے مثل ادب اور حیادار طبیعت کے پہلے ہی پایہ پر کھڑے ہوئے جس پر کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کھڑے ہوتے تھے۔ بعض علماء نے اس کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ چونکہ حضرت عمرؓ کی جائے قیام سے نیچے کوئی درجہ نہیں تھا۔ اس لئے حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ کے ادب کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔ اور آنحضرت کی قیام گاہ پر کھڑے ہو گئے۔ تاکہ لوگوں کے ذہن سے اس بارے میں مساوات معدوم نہ ہو جائے۔ لیکن محققین کا خیال ہے کہ آپ نے یہ فعل اس لئے کیا۔ تاکہ لوگ شیخین کے معمول کو بزرگوں کے موقف اور نشستگاہ کی تعظیم کے لئے حجّت نہ بنا لیں اور شرک خفی اور پیر پرستی

کے فتنہ کا دروازہ کھل جائے۔ کیونکہ یہی وہ فتنہ ہے جو پہلوں میں تعظیم کے نام سے شروع ہوا۔ اور پچھلوں میں اتخاذ ارباباً من دون اللہ تک پہنچ کر رہا۔ اور ضرور ہے کہ امت مرحومہ کے حق میں بھی اسی طرح ہو۔ کیونکہ سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

وَ اللہِ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ

بخدا تم وہی طریقے اختیار کرو گے۔ جو اگلوں نے کئے۔

اور بعض روایتوں میں شبراً بشبرا کا لفظ بھی آیا ہے یعنی جتنا گناہ پہلی امتوں میں رواج پا گیا تم میں بھی رواج پا جائیگا۔ الحمد للہ کہ اس فتنہ کا دروازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بند ہو گیا ؛

دوسرا واقعہ — اسی طرح آپ کے عہد میں ایک دوسرا فتنہ بھی رفع ہو گیا جو اس (فتنہ تعظیم) سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ یعنی اپنے پیشواؤں کا حد سے زیادہ لحاظ کرنا۔ اور جو کچھ وہ کریں یا کہیں خواہ وہ شریعت کے مخالف ہو اسے واجب العمل سمجھ کر بجا لانا۔ حالانکہ یہی مطلب ہے خدا کے سوا دوسرے کو معبود ٹھیرانے کا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ، طحاویؒ، ابوبکر بن شیبہ اور ابن عبد البر اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ :۔

اِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰی بِالنَّاسِ بِمِنیً اَرْبَعًا فَاَنْکَرَ النَّاسُ عَلَیْہِ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ فَاِنِّیْ تَاَھَّلْتُ بِمَکَّۃَ مُنْذُ قَدِمْتُ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَاَھَّلَ بِبَلْدَۃٍ فَلْیُصَلِّ صَلٰوۃَ الْمُقِیْمِ فِیْھَا ؛

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں لوگوں کے ہمراہ چار رکعت نماز پڑھی۔ (حالانکہ مسافر ہونے کی وجہ سے صرف دو رکعت پڑھنی ضروری تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا) لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ لوگو! جب سے کہ میں مکہ میں آیا ہوں۔ میں نے معہ اہل و عیال یہیں سکونت اختیار کر لی ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ گھر بنائے اس کو چاہیئے کہ اس شہر میں پوری نماز ادا کرے۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ منیٰ میں دوگانہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے حج کے لیے مکہ تشریف لائے۔ تو آپ نے منیٰ میں دو کی بجائے چار رکعت نماز پڑھی اور ہر چند کہ دو رکعت چار رکعت میں داخل ہیں۔ مگر پھر بھی بہ سبب تغیر سنت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ پر اعتراض کیا۔ اور جب تک آپ سے معقول جواب نہ سن لیا خاموش نہ ہوئے۔ حالانکہ آپ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ اور سب کے امام و پیشوا تھے۔ آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لاتے تھے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت مسافرانہ ہوتی تھی۔ اس لئے آپ دوگانہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر میری حالت آپ سے مختلف ہے۔ میں یہاں مقیم ہوں۔ بات یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آتے ہی مکہ شریف میں ایک عورت سے شادی کر لی ۔ اس لئے آپ کی حالت اس وقت مکہ شریف میں مقیم کی سی ہو گئی تھی۔ اور ایسی صورت میں اجماع کا فیصلہ ہے کہ پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیشوا اول

کے ایسے احکام و اعمال پر اعتراض نہ کرنا جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوں۔ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے:۔

اور پیر پرستوں کا یہ کہنا کہ حضرت صاحبؒ جو کچھ فرمائیں اسے بلا تامل ماننا ضروری ہے۔ اور اس پر ایسے ایسے شعر پڑھنا بالکل لغو اور بیہودہ ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است این
بباید گفت اینک ماہ و پروین

اسوۂ فاروقی رضی اللہ عنہ

اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس واقعہ میں حضرت عمرؓ کی رائے کے عین مطابق قرآن مجید کی آیات بھی نازل ہوئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مشہور منافق عبد اللہ بن ابی جب مر گیا تو اس کا بیٹا جو رسول اللہ صلعم کا صحابی اور مخلص مومن تھا۔ خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ میرے باپ کی قبر پر تشریف لے چلیے۔ اور اس کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی دلداری کے لئے تشریف لے گئے۔ اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا بھی کرنی چاہی مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ لی اور کہا یا رسول اللہ علیہ وسلم آپ ایک منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہوجیے۔ اور نہ دعا فرمائیے۔ کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول کا دشمن تھا۔ اسی جگہ یہ آیت اُتری۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (۹:۸۵)

"اور ان (منافقین) میں سے کوئی مر جائے۔ تو اس کے جنازہ پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوجیے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور حالتِ فسق و فجور ہی میں مرے ہیں"

تو جب حضرت عمرؓ کو منع کرنے کا حق حاصل تھا۔ جو آپؐ سے رتبہ میں کہیں کمتر تھے۔ اور آپؐ کی اس جرأت پر حضور ناراض بھی نہیں ہوئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی آیت کے نازل ہونے سے ثابت ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منع کرنے کا حق چھوٹوں کو بھی حاصل ہے اور بزرگوں کا ادب کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ ان کے اتباع کو پیغمبر کی سنت پر ترجیح دینی چاہیے یہی بات صحیح ایمان کی نشانی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :-

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ط (۴:۱۱۵)

اور جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا۔ بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے ہوئے گا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دینگے اور اس کو جہنم میں داخل کرینگے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ :۔

أُنْظُرْ إِلىٰ مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ إِلىٰ مَنْ قَالَ

جو بات کہی گئی ہے اس کو دیکھو، کہنے والے کی طرف مت دیکھو کہ کون ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ایسی مکمل نصیحت ہے۔ کہ ہمیشہ کام آنے والی ہے۔ جن لوگوں کا عمل اس کے خلاف ہوگا وہ دجال کے عہد میں اس کی کرشمہ سازیوں اور شعبدہ بازیوں کی پہلی ہی جھلک میں گمراہ ہو جائیں گے اور جہنم کی راہ کو جنت کی راہ سمجھ کر اس کے پیروؤں میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن جو لوگ اس کو پیش نظر رکھیں گے وہ اس کے فریب سے محفوظ رہیں گے :

قصّہ خیر النّاس

صحیحین میں دجّال کے ذکر میں آتا ہے۔ کہ جب وہ مدینہ کے قریب ایک بنجر زمین میں پہنچے گا تو ایک شخص اس کے پاس آئے گا جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ

وہ سب لوگوں سے اچھا ہوگا، یا اچھے لوگوں میں سے ہوگا :

اور کہے گا کہ "میں گواہی دیتا ہوں۔ اور اعلان کرتا ہوں کہ تو ہی وہ دجّال ہے۔ جس کی نسبت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی دجّال حاضرین سے کہے گا" اگر میں اس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو کیا میری صداقت میں کچھ شک ہے؟ اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے "نہیں" تو دجّال اس کو قتل کر کے زندہ کر دے گا۔ مگر وہ شخص پھر بھی یہی

کہے گا کہ "اب تو مجھے اور بھی یقین آگیا۔ کہ تو واقعی دجالِ موعود ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کی خبر بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشگوئی میں دی ہوئی ہے"۔ پھر دجال اس کو قتل کرنے کی دوبارہ کوشش کرے گا۔ مگر نہ کر سکیگا۔ الحمدللہ کہ ایمان و اسلام کا انحصار خوارقِ عادات کے ماننے پر نہیں رکھا گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو کوئی شخص بھی دجال کے عہد میں کفر سے نہ بچ سکتا۔

حاصل یہ ہے کہ اس وقت ہم پر بھی یہی لازم ہے کہ کسی شخص کا قول ہو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے موافق ہو تو مانیں۔ ورنہ رد کر دیں۔ اسے ہرگز عمل اور حجت کے قابل نہ سمجھیں۔

باب چہارم

ذکرِ مشائخ رحمہم اللہ علیہم اجمعین

مشائخ کا فعل حجت نہیں ہوتا

شیخ الاسلام نصیر الدین محمود قدس سرہٗ جو چراغِ دہلی کے نام سے مشہور ہیں اور سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ تھے آپ نے فرمایا ہے کہ مشائخ کا کوئی فعل حجت نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں نے آپ کے اس قول پر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اعتراض کیا تو موصوف نے اعتراض کرنے والوں کو کہا کہ نصیر الدین محمود

صحیح کہتا ہے"

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

سیر المشائخ میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے اپنی نشستگاہ سے باہر تشریف لائے آپ کے مرید وضو کر رہے تھے۔ جب آپ کو آتے دیکھا تو وضو چھوڑ دیا اور تعظیم کے لئے آپ کی طرف بھاگے۔ مگر ایک شخص وضو کرتا رہا اور فراغت پاکر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور سلام عرض کیا۔ حضرت شیخ نے اُس کی یہ ادا پسند کی اور لوگوں کو سنا کر کہا" بھائی تم نے اچھا کیا کہ خدا کی تعظیم کو مخلوق کی تعظیم پر مقدم رکھا"۔

اُسوۂ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے بھی بڑھ کر ایک واقعہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے یمن سے مدینہ آئے۔ ابھی اونٹوں پر ہی تھے کہ چہرۂ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھ لیا۔ سب کے سب اونٹوں سے نیچے کود پڑے۔ اور بھاگ کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ مگر اُن میں ایک شخص تھا۔ جو پہلے مسجد (نبوی) میں گیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر سب سے زیادہ خوشی اور شفقت کا اظہار کیا۔

اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین

رحمہم اللہ اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے حالات میں ملتے ہیں :

علم کی فضیلت

اصل میں ساری مصیبت جہالت اور بے خبری کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۳۹ : ۱۳)

کیا ارباب علم اور جاہل لوگ برابر ہو سکتے ہیں ۔ یقیناً وہی لوگ نصیحت اندوز ہوتے ہیں ۔ جو اہل عقل ہیں :

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رجب کی ایک رات مسجد میں تشریف لائے ۔ تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار یہ آیت پڑھ کر رو رہے تھے ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی حال میں تھے :-

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۹ : ۱۱۲)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنّت کے بدلے میں خرید لئے ہیں :

تو یہ خشیت کی دولت اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی بدولت ہی عطا فرمائی تھی اور علم ہی وہ نعمت ہے ۔ جس کی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا تلقین فرمائی ۔ حالانکہ حضور کو سارے جہان کے عالموں سے بڑھ کر علم حاصل تھا ۔

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً - (۲۰: ۱۱۴)

کہہ اے میرے پروردگار! میرا علم بڑھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے :-

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ

علم حاصل کرنا ہر مسلم مرد و عورت پر فرض ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے

چو شمع از پئے علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

حصول علم کی راہ میں شمع کی طرح اپنی ہستی فنا کر دینی چاہیئے۔ کیونکہ بے علم تو خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا:

مگر جاہل صوفی جن کے متعلق بجا طور پر کہا گیا ہے :-

مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَفْقَہْ فَتَزَنْدَقَ -

کہ جو شخص تصوف اختیار کرتا ہے۔ بحالیکہ اسے سمجھتا نہیں تو وہ زندیق ہو جاتا ہے"

مندرجہ بالا آیت اور حدیث کے معانی اُلٹ کر یوں بیان کرتے ہیں کہ جس علم کو حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ علم دوسرا ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ ان لٹیروں نے اس فریب سے کئی لوگوں کو لوٹا اور ایسا برباد کیا کہ معرفت الٰہی کی راہ اور صراطِ مستقیم ان پر ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ایسے وسوسہ اندازوں کے شر سے بچائے۔ جو لوگوں کے سینوں میں شیطان کی طرح وسوسہ اندازی کرتے رہتے ہیں:

یہ بدبخت علم جیسی نعمت کو جسے حاصل کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ دماغ سوزی قرار دیتے ہیں۔ اور ذو معنی

اشعار سنا سنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے اور آیات و احادیث کے معانی اور بزرگوں کے اقوال کا مفہوم اُلٹ اُلٹ کر جاہلوں کے ایمان لوٹتے رہتے ہیں۔ مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھتے ہیں :۔

علمِ حق در علمِ صوفی گم شود

ایں سخن کے باورِ مردم شود

یعنی تصوف کے علم میں ہی حق کا علم پنہاں ہے۔ مگر لوگ اس حقیقت کو نہیں ملنتے۔

یہ تو فارسی جاننے والوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے اور جو ان میں سے عربی جانتے ہیں، وہ عربی عبارتیں اپنے مدعا کی تائید میں پیش کر دیتے ہیں، تاکہ بے فہم اور جاہل مخاطب اسے فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ان کا مطیع و منقاد ہو جائے مثلاً یہ من گھڑت حدیث کہ :۔

اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ وَ الْجَھْلُ عِنْدِیْ اَحَبُّ مِنَ الْعِلْمِ

علم بہت بڑا پردہ ہے۔ اور جہالت مجھے علم کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے۔

حاشا و کلّا جو ایسے وہم میں ڈالنے والے کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہوں، یہ قول صوفیائے متاخرین کا ہے۔ اور اس میں العلم سے مراد خودی کا علم ہے۔ جو انسان کو خراب کرتا ہے۔ یعنی کسی شخص کا اپنے آپ کو بے مثل عالم سمجھ لینا ایک ایسا حجاب ہے جس کے سبب سے علوم الٰہی کے دروازے اس پر وا نہیں ہو سکتے۔ اور الجھل عندی احبُّ من العلم میں الجہل سے مراد عارفانہ تجاہل ہے۔ جیسے کوئی شخص عالم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو جاہل سمجھے۔ تاکہ نفس کی شرارت سے محفوظ رہے ؛

تو ان اقوال کو بدرجہ افضل اکثر بزرگانِ دین کے اقوال بھی تسلیم کر لیا جائے اگرچہ اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ جب بھی ان کے معانی یہی ہو سکتے ہیں جو صوفیائے متاخرین نے بیان کئے - نہ وہ جو یہ گمراہ بیان کرتے ہیں۔

سلطان الاولیاء ابراہیم ادہم بلخی (رحمۃ اللہ علیہ) اجلّہ مشائخ میں سے ہیں۔ آپ نے کئی سال علوم دین کی تحصیل اور ریاضت و مجاہدہ کی سعادت حاصل کرنے میں صرف کئے۔ آپ کی ایک رباعی ہے :-

ہرگز دلِ من از علم محروم نہ شد ... کم بود ز اسرار کہ مفہوم نہ شد
ہفتاد و دو سال سعی کردم شب و روز ... معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

(ترجمہ) میرا جی تحصیل علم سے کبھی محروم نہیں ہوا، پورے بہتّر (۷۲) برس دوران میں نے علم کی تحصیل کی۔ پھر بھی بہت سے ایسے اسرار ہیں۔ جو مجھ پر نہیں کھلے - اور بالآخر مجھے یہی کہنا پڑا کہ میں کچھ نہیں آتا۔

آپ کا یہ کلام گویا صحیح ترجمہ ہے اس قول کا کہ :-

مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ (جیسا پہچاننے کا حق تھا ہم نے تجھے ویسا نہیں پہچانا)

غور کرو۔ بزرگانِ دین کے کلام اور ان فریب کاروں کی بکواس میں کتنا فرق ہے۔ یہ بھیڑیئے تو اصل میں لوگوں کو پھاڑ کھانے کے لئے دنیا کے جمعدار بنے پھرتے ہیں۔ اور شیخ سدّو کی طرح (جو حقیقت میں راہ دین کے لئے سدِّ راہ ہے) تصرفات کا دعوےٰ کر کے ناجائز طور پر لوگوں کا مال ہڑپ کرتے رہتے ہیں۔

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا!

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُھَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا ۝

اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء حق کے اٹھ جانے سے علم خود بخود اٹھ جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ایک بھی عالم ربانی باقی نہ رہے گا۔ تو لوگ جاہلوں کو امام و پیشوا بنا لیں گے۔ ان سے مسائل پوچھیں گے۔ وہ بغیر علم کے فتوی دینگے پس خود گمراہ ہونگے اور دوسروں کو گمراہ کرینگے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنَ الضَّلَالِ وَنَسْئَلُکَ الْعِلْمَ فِیْہِ الْھِدَایَۃُ۔

الٰہی ہم گمراہی سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اور وہ علم طلب کرتے ہیں، جس میں ہدایت ہو۔

غلو فی الدین

قرآن مجید کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین میں مبالغہ کرنا وہ فتنہ ہے کہ جس نے اہل کتاب کو گمراہ کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے بنی اسرائیل سے فرماتا ہے:۔

یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ

سَوَآءِ السَّبِیۡلِ ط (۵: ۸۱)

اے اہلِ کتاب اپنے دین میں سچائی اور حقیقت کے خلاف غلو نہ کرو۔ اور اُس قوم کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکی۔ اور جس نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔ اور خود راہِ راست سے بھٹک گئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا گمراہی ہے۔ چاہے وہ خواہشات اپنی ہوں یا غیر کی۔ راہِ راست یہی ہے کہ دین میں مبالغہ اور غلو نہ کیا جائے۔ مگر مسلمان اس فتنہ میں اسی طرح مبتلا ہو گئے ہیں جس طرح بنی اسرائیل مبتلا ہوئے تھے۔ اور علمائے حق کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرتے۔ نہ گمراہی کے اسباب چھوڑتے۔ اور نہ ہدایت کی راہ پر آتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیۡ کَاَنۡبِیَاءِ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ:۔

میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک جماعت کا یہی حال تھا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ:۔

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ، کَانُوۡا لَا یَتَنَاہَوۡنَ عَنۡ مُّنۡکَرٍ فَعَلُوۡہُ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ (۵: ۸۲)

بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا۔ وہ حضرت داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کی زبان سے لعنت کئے گئے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور حد سے نکل گئے۔ ان کا یہ معمول تھا۔ کہ ایک دوسرے کو برائیوں سے نہیں روکتے تھے۔ ان کا یہ فعل بیشک بہت برا تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتکاب معاصی پر اصرار کرنا ہی اس بدنصیب
گروہ کی تباہی کا باعث ہوا۔ جب ان کے دلوں میں بدیوں کی محبت جاگزین
ہوگئی۔ تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ منکرات کو مباح جاننے لگے۔ اور جب
انبیاء نے اس سے منع فرمایا۔ تو کھلم کھلا حکم عدولی کرنے لگے۔ اور خدا کی
لعنت کے سزاوار ہوگئے:-

حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر اس لئے لعنت فرمائی تھی۔ کہ سبت کے
روز جس میں شکار کھیلنا ممنوع تھا۔ حیلہ بازی کرکے مچھلیوں کا شکار کرتے تھے۔
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس لئے لعنت فرمائی کہ خدا کی فرستادہ نعائم
میں سے جن کا ذخیرہ رکھنا ممنوع تھا۔ کچھ حصّہ چرا کر فروخت کر ڈالتے تھے

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرنا اور حیلہ بازی سے
ممنوع کو مباح بنا لینا خدا کی رحمت سے دور کر دیتا اور لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے
فقہاء کے نزدیک معصیت کو مباح جاننا بھی کفر ہے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر
و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بدزبانی کرنا بھی کفر ہے۔

الصّوفی لامذہب لہٗ

غرض یہ قبر پرست، پیر پرست، آثار پرست اور تصویر پرست وہ تمام چیزیں
کرتے ہیں۔ جو پر اپنے باپ شرک کرتے یا کر چکے ہیں۔ اور جب سمجھایا جائے
تو انہی کا سا جواب دیتے ہیں۔ مثلاً جاہلوں سے کہتے ہیں کہ پیر پرستی خدا کو
مقبول ہے۔ اور تعلق باللہ کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ مُلّا لوگ یونہی بکواس
کرتے ہیں۔ ان کی باتیں قطعاً نہیں سننی چاہئیں۔ صرف پیروں کے ارشادات
کو دل میں جگہ دینی چاہیے۔ حنفی، شافعی کے فضول جھگڑوں میں ہرگز

نہیں پڑنا چاہیئے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ الصّوفی لا مذہب لہٗ۔
صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

حضرت شیخ محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المذہب تھے

ان کی تردید کے لیئے واضح ہو کہ حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المذہب تھے۔ اور فتویٰ شافعی مذہب کا دیتے تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ شافعی تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی شافعی تھے۔ اور خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ احمد بسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نقشبند جو سلسلہ نقشبندیہ اور بسویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سب حنفی المذہب تھے :

کوئی پوچھے کہ یہ جو اپنے بزرگوں کو بدنام کرتے پھرتے ہیں تو قیامت کے دن یہ کس جماعت میں سے اٹھیں گے؟ بظاہر ان کے القاب دیکھو تو کوئی قادری کہلاتا ہے، کوئی چشتی، کوئی سہروردی بنتا ہے، کوئی نقشبندی، یہ القاب۔ تو علویہ جعفریہ۔ افطحیہ۔ افضیہ۔ زیدیہ۔ اثنا عشریہ اور مہدیہ جعفریہ امامیہ وغیرہ کی طرح بالکل بے معنی اور جھوٹے ہیں۔ کیونکہ جن بزرگوں کی طرف یہ لوگ اپنی نسبت کرتے ہیں، ان کے عقائد و اعمال میں سے ایک چیز بھی ان کے پاس نہیں۔ اوحدی نے سچ کہا ہے ؎

روحِ قرآں بر آسماں بردند | نقدِ تحقیق از میاں بردند
در حقیقت بسنتِ کورے چند | مصحفے ماند و کہنہ گورے چند
کور با کس سخن نمے گوید | سِرِّ قرآں کسے نمے گوید

ترجمہ :۔ قرآن کریم کی روح تو آسمان پر چلی گئی۔ اور تحقیق کا مادہ بھی لوگوں سے

جاتا رہا۔ اب تو اصل میں چند اندھوں کے ہاتھوں میں قرآن کے اوراق اور ان پر چند اعتراضات رہ گئے ہیں۔ حقیقت بالکل مفقود ہوگئی ہے اب تو یہ حال ہے کہ دل کا اندھا نہ کسی سے پوچھتا ہے۔ نہ خود قرآن کے معنی تلاش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (۲۰ : ۹۲)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اور نہ ہی ان کے نفع ونقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے:۔

حدیث شریف میں ہے:۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِیَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰی عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک وقت آئے گا۔ جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کی صرف رسم باقی رہ جائے گی۔ مسلمانوں کی مسجدیں نمازیوں سے بھرپور ہونگی۔ یعنی عمدہ بنی ہوئی ہونگی۔ مگر ہدایت کا نام ونشان تک ان میں نہ ہوگا۔ اس وقت کے علماء دین دنیا میں بدترین خلائق ہوں گے۔ انہی کی طرف سے ایک فتنہ پیدا ہوگا۔ اور انہی کی طرف لوٹے گا۔

ہاں بعض اللہ کے بندے آج بھی موجود ہیں۔ جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ طریقت و معرفت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اگر ایسی ہستیوں کا وجود بھی ہم میں نہ ہوتا۔ تو اسلاف کی بزرگی و پارسائی بھی ان نام نہاد جاہل صوفیوں کی حرکات ناشائستہ کی وجہ سے مشتبہ ہو جاتی جنہوں نے ان کے نام پر بٹہ لگایا اور خلافِ شرع باتیں ان کی طرف منسوب کر دیں ؛

بت پرستوں اور قبر پرستوں میں مشابہت

ان میں مشابہت کی چند باتیں یہ ہیں :۔

(۱) جس طرح بت پرست اپنے بتوں کو ریشمی لباس پہناتے ہیں اسی طرح تم اپنے بزرگوں کی قبروں پر ریشمی غلاف ڈالتے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ اگر قبر پیر کی قائمقام ہے۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ تو جس طرح پیر کے لئے ریشم پہننا حرام تھا۔ اس کی قبر کے لئے بھی حرام ہو گا۔ اور اگر قبر پیر کی قائمقام نہیں تو تمہارا اس سے مرادیں مانگنا صریح حماقت اور بت پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے ؛

(۲) جیسے بت پرست حاجت روائی کے لئے بتوں اور ان کے مجاوروں کے لئے نذریں مانتے ہیں۔ ویسے قبہ پرست بھی اپنی جملہ مہمات میں قبروں اور ان کے مجاوروں کے لئے نذر و نیاز ضروری سمجھتے ہیں ؛

(۳) بت پرستوں کی ایک یہ بھی عادت ہے۔ کہ ہر بت کی زیارت کے لئے ایک دن شمسی ماہ کے حساب سے مقرر کرتے ہیں۔ جس میں اکٹھے ہو کر پھول ، شیرینی ، نقدی ، جنس و غلہ وغیرہ اس پر چڑھاتے ہیں۔ اور

اُن کو سجدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح پیر پرست بھی قبر کی زیارت کے لئے قمری ماہ کا ایک دن مقرر کرتے ہیں۔ جس میں نہ صرف اکٹھے ہو کر وہ سب کچھ کرتے ہیں جو مذکور ہوا۔ بلکہ "پیر کا مجرا" کہہ کر ناچ و گانا بھی اس کی قبر پر کرتے ہیں جو ایک کبیرہ گناہ ہے۔ اور جو قیامت کے دن ان کے بداعمال میں محسوب ہوگا۔ افسوس اس جماعت نے لہو و لعب کو دین کی طرح محکم پکڑ رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کافر فرمایا ہے۔ جو دین کو لہو و لعب بنا لیتے ہیں۔ اور ان پر جنت کا آب و دانہ حرام کر دیا ہے۔ ارشاد ہے:-

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ۔

(۷ : ۴۹)

اللہ تعالیٰ نے جنّت کا آب و دانہ کافروں پر حرام کر دیا جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا۔ اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔ سو آج ہم بھی ان کو اسی طرح بھلا دیں گے۔ جس طرح انہوں نے اپنے اس ملاقات کے دن کو بھلا دیا تھا۔ اور جس طرح ہمارے احکام کا انکار کرتے تھے۔

(۴) بت پرستوں کی یہ بھی عادت ہے کہ مقررہ ایام میں اپنے بتوں کو سجا کر باہر نکالتے ہیں۔ اسی طرح پیر پرست اور قبر پرست بھی جھوٹی قبروں کا تعزیہ بنا کر ایامِ عاشورہ میں ان کا جلوس نکالتے ہیں۔

(۵) بت پرست اپنے بتوں کے نام پر جھنڈے نصب کرتے اور ان کو بتوں کا قائمقام سمجھ کر ادب سے اٹھاتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح پیر پرست

بھی رنگ برنگ کے جھنڈے مثلاً شاہ مدار، معین الدین چشتی۔ سالار مسعود غازی اور سخی سرور سلطان وغیرہ رحمہم اللہ کے نام کے جھنڈے مقررہ ایام میں اُٹھا کر پھرتے ہیں۔ اور گلی کوچوں میں گھما گھما کر ان کی قبروں پر گاڑ دیتے ہیں۔ اور اس تمام کارروائی کو کارِ ثواب جانتے اور مشکلات کے حل کا ذریعہ سمجھکر کرتے ہیں ؛

بیرونی شہادت

بعض اہل علم باہر سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ انہوں نے یہ سب کاروائیاں بچشم خود ملاحظہ کیں۔ اِن کے حالات دیکھے اور اُن کی باتیں سنیں اور اُن میں سے بعض نے لکھا ہے :-

هٰؤُلَاءِ عِنْدَ الشُّيُوْخِ وَ الْقُبُوْرِ يَفْعَلُوْنَ بِكَفْرَةِ الْهِنْدِ فِيْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ۔

یہ لوگ قبروں پر اور اپنے پیروں کے سامنے اسی طرح کرتے ہیں جس طرح مشرکین ہند اپنے بتوں کے سامنے عبادت کے وقت کرتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :-

(۲۲ : ۳۱)

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

پس بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹ بولنے سے بچتے رہو۔

(۷) آتش پرستوں اور بت پرستوں کی عادت ہے کہ ہر سال بتوں کی عید مناتے اور عام مجمع کرتے ہیں۔ اُن کی مانند یہ لوگ بھی عید خم غدیر مناتے۔ بزرگوں کے عرس منعقد کرتے۔ مشرکین کی طرح عیش وطرب اور لہو ولعب کی داد دیتے اور شیطانوں کی خبیث ارواح کو خوش کرتے ہیں ؛

ایک عالم کا واقعہ چنانچہ ایک عالم کا واقعہ بعض معتبر لوگوں کی زبانی سنا گیا ہے کہ وہ خواجہ قطب الدین رحؒ کے عرس میں آیا کرتے اور ایک عالم دین کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ انکے میزبان عالم صاحب عرس میں شریک نہیں ہوتے، وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا:۔

ایام عرس میں قبر پر جانا کچھ ضروری نہیں۔ بلکہ ان دنوں نہ جانا ہی اچھا ہے تاکہ اہلِ بدعت کے اجتماع کو رونق نہ پہنچے۔ اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے۔ کہ "قبروں کو عیدگاہ مت بناؤ"۔ اس گفتگو کے بعد عابد مذکور حضرت خواجہ رحؒ کی قبر پر گئے۔ تو کشف میں دیکھا کہ خواجہ رحؒ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے کمر تنگ اپنی قبر سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے بیزاری ظاہر فرما رہے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد عابد صاحب نے بھی عرس میں شریک ہونا چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت صلعم کی ہدایت پر عمل کر کے ثواب حاصل کیا۔

علامہ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کا خیال

علامہ ابو العباس احمد رحمۃ اللہ علیہ مفتی شام جو اپنے زمانے میں حجت الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ اپنی تصنیف صراطِ مستقیم میں حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (کہ جس نے کسی قوم کی ریس کی وہ انہی میں سے ہے) کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اس حدیث کی رو سے کفار کے ساتھ مطلق (ہر طرح کی) مشابہت حرام ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کی تائید حضور صلعم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ کہ "خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ" (مشرکین کے خلاف کیا کرو)

علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے باب تحریم تشبیہ بالکفار در اعیاد و رسوم و عاداتِ ایشاں اور اس میں آیات، احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے دلائل دیتے ہوئے بڑے زور سے ثابت کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے اپنی عیدوں اور رسم و رواج

کفار کی
میں ایسی کرنا حرام ہے۔ آگے چل کر دوسری حدیث:-

مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا نَزَعَ اللهُ عَنْهُمْ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا

کہ جب کسی قوم نے بدعت ایجاد کی اللہ تعالیٰ اس کی مثل ایک سنت ان سے اٹھا لیتا ہے:۔

کے تحت میں لکھتے ہیں کہ "ایام عاشورہ کی بدعات جو شیعہ و روافض میں پائی جاتی ہیں۔ تمام تشبہ بالکفار میں داخل ہیں:

آگے لکھتے ہیں کہ "اہل عرب کے درمیان ایام جاہلیت میں ایک رسم تھی وہ یہ کہ جبل رحمت میں صخرہ (ایک بڑی چٹان) کا طواف کرنا موجب ثواب سمجھتے تھے اس کی مثل اب مسلمانوں میں قبوں کا طواف کرنے کی رسم ہے۔ جو ہرگز اسلامی رسم نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک نوابے کاموں کے لئے اجتماع کرنا اور اکٹھے ہو کر قبروں کے پاس گانا بجانا منکرات میں داخل ہے:۔

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ چلا چلا کر دعا کرنا اور دعا میں حد سے زیادہ ہاتھوں کو بلند کرنا۔ اور قبروں پر ذکور و اناث کا اکٹھا ہونا بھی بدعت ہے":

آگے چل کر اسی کتاب کی فصل "عید مکانی" میں تحریر فرماتے ہیں:۔
عید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عید مکانی (۲) عید زمانی۔ یعنی کسی مقام میں اکٹھے ہونا، یا کسی مقررہ روز جمع ہونا:

آگے لکھتے ہیں:-
"کسی مقام پر جمع ہونا، کسی مقررہ روز جمع ہونے سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ یہ بت پرستی کے مشابہ یا کم از کم اس کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ کسی مقام پر بت پرست

اس لئے جمع ہو جاتے ہیں کہ اس مقام کے بُت کی خوشنودی حاصل ہو۔ اسی طرح قبہ پرستوں کا کسی جگہ جمع ہو جانا بھی اس لئے ہوتا ہے" کہ اس بزرگ کی خوشنودی حاصل ہو۔ ایام جاہلیت میں لات، منات اور عزیٰ کے پاس اجتماع ہوتا تھا۔ اہل عرب کے یہ تین بڑے بُت تھے۔ لات اہل طائف کا بُت تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ کسی نیک آدمی کا نام ہے۔ جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ جب مر گیا تو لوگ اس کی قبر پر جمع ہونے لگے۔ آہستہ آہستہ اس کا بت بنا لیا اور پرستش کرنے لگے۔ پھر اس پر عمارت بنائی اور اس کا نام بیت الربیہ رکھا۔ ۹ سنہ نبوت میں آپ نے اس کو تڑوا دیا۔

دوسرا منات مدینہ والوں کا بُت تھا۔ لوگ اسے الٰہ العالم کہا کرتے تھے اور اس پر اپنی قربانیوں کا خون چڑھاتے تھے۔

تیسرا عزیٰ ایک درخت کا نام تھا۔ جس کے پاس لوگ قربانیاں کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس درخت کی عزت ہونے لگی۔ اور آخر اسی نام کا ایک بُت بن گیا۔ اور اس کی پوجا شروع ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلعم کے حکم سے اس درخت کو کاٹ دیا اور اس بت کو توڑ دیا۔

اسی طرح ذات انواط ایک درخت تھا جس پر کفار جنگ کے وقت ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا درخت مقرر کر دینے کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ اور اسے تشبہ بالکفار قرار دیا۔ آگے لکھتے ہیں:۔

"جب درخت پر ہتھیار لٹکانے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبہ بالکفار قرار دیا۔ تو اس شخص کا کیا حال ہو قبر پر قبہ بنائے۔ اس سے حصولِ

برکت کی اُمید رکھے۔ اور مساجد کی بہ نسبت اس قبہ میں نماز اور ذکر و دعا کو افضل جانے"۔

پھر لکھتے ہیں۔ سب سے بدتر فعل یہ ہے کہ:-

یہ لوگ قبّوں پر روشنی کرنے کے لئے تیل ڈالنے کی نذر مانتے ہیں۔ حالانکہ تمام فقہاء کے نزدیک ایسی نذر ماننا ناجائز ہے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ ایسی نذر ماننے والے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال ہے۔ اسی طرح ان کے دربانوں مجاوروں خادموں اور معتکفین کے لئے نقد و جنس وغیرہ کی نذریں ماننا بھی ناجائز ہے"۔

آگے لکھتے ہیں:-

"جب ایسی نذریں مانی جاتی ہیں۔ تو یہ دربان بھی لات اور عزّٰے کے دربانوں کی مانند ہو جاتے ہیں۔ جو لوگوں کا مال ناجائز طریق سے کھاتے اور ان کو صراطِ مستقیم سے روکتے تھے۔ اور یہ مجاور اُن لوگوں کی مانند ہیں جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخاطب ہو کر فرمایا تھا"۔

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ

کہ یہ مورتیاں ہیں کیا چیز؟ جن پر تم صبح و شام بیٹھے رہتے ہو؟

اس کے بعد انبیاء اور صلحا کی جھوٹی قبروں اور اُن کے قدموں کے جھوٹے نشانوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ تمام بے سند اور جھوٹے قصے ہیں"، آگے لکھتے ہیں اُنہی میں سے ایک دمشق کی مسجد الکف ہے جس میں ہتھیلی کی ایک تصویر ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہ

کی تفصیل ہے۔" آگے لکھتے ہیں کہ "آج جو قدم اور پنجے بزرگوں کے نام سے مشہور ہیں۔ تمام اسی قسم کے بے اصل ہیں۔ ان کے چوکیداروں، اور مجاوروں کو کچھ صدقہ دینا بھی حرام ہے

(اوپر مشابہت بالکفار کی چھ باتوں کا ذکر ہوچکا۔ باقی یہ ہیں):-

(۷) ہندو ہر سال کرشن جی کا یوم ولادت مناتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی ہر سال ۱۳ر رجب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت مناتے ہیں۔ مزید براں مجوس کی طرح نوروز بھی مناتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ کہ ہر دن ہمارے لئے نوروز ہے۔

(۸) ہنود ملاقات کے وقت سلام کی بجائے جے سیتا رام یا رام رام کہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی السلام علیکم کی بجائے یا علی مدد کہتے ہیں ؛

(۹) مشرک اقوام میں اگر بڑا آدمی مرجائے۔ تو میت کے ساتھ باجہ بجاتے ہیں۔ جاہل مسلمان اور پیر پرست بھی اسی طرح کرتے ہیں ؛

(۱۰) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ بت خانوں میں عبادت کے وقت گانا بجانا کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ سے تقرب کا ذریعہ اور اس کی رضامندی کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ قبر پرست بھی قبروں پر گانا بجانا کرتے ہیں۔ اور (قوالی وغیرہ) ممنوع چیزیں باوضو ہوکر سنتے ہیں ؛

(۱۱) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ بالکل برہنہ اور ننگے سادھوؤں کو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ سے بھنگ جیسی منشی چیز متبرک جان کر نوش کرجاتے ہیں (اسی طرح پیر پرست، مجاوروں کے حکم سے بھنگ اور چرس کا استعمال شروع کر دیتے اور نماز پڑھنا ترک کر دیتے ہیں)۔

(۱۲) مشرکین صبح کے وقت اپنے بزرگوں کا شجرہ نسب وظیفہ کے طور

پیر پڑھتے ہیں۔ پیر پرست بھی ہر روز پیر کا نسب نامہ اہتمام و التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل فرض نماز کی پرواہ نہیں کرتے ؂

(۱۳) مشرکین پانی پلانے والی جگہ کا نام جسے عرفِ عام میں سبیل کہا جاتا ہے اپنے بزرگوں کے نام پر رکھتے ہیں۔ پیر پرست بھی سبیل لگاتے ہیں اور اسے سبیل امام حسینؓ کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو نذرِ حسینؓ گردانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام کی نذر ماننا قطعاً حرام ہے۔ کاش اس کی بجائے یوں کرتے کہ فقیروں کو کھانا وغیرہ اللہ کی رضامندی کے لئے کھلاتے اور اس کا ثواب حضرت امام رضی اللہ عنہُ وغیرہ کو پہنچا دیتے۔ تو ثواب بھی ہوتا۔ اور شریعت کی پابندی بھی برقرار رہتی ؂

(۱۴) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ بتوں کے نام پر جانور کھلا اور آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ پیر پرست بھی قبروں کے نام پر اسی طرح کرتے ہیں ؂

(۱۵) مشرکین بتخانہ کو ٹھاکر دوارہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ تعزیہ خانہ کو امام باڑہ کہتے ہیں۔

(۱۶) مشرک اپنے بتوں کی نیاز کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہُ کی نیاز کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اور مزاروں کی نذر و نیاز کو شوق سے لیتے ہیں۔ اور اس شیرینی کو "مفرط" کہتے ہیں۔ اور اسے کمال ادب سے کھاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اگر قربانی کا گوشت آجائے۔ جو فی الحقیقت متبرک ہے تو اس کی اتنی پرواہ نہیں کرتے ؂

(۱۷) ہندو اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کے بعد ماتھے پر قشقہ لگاتے ہیں۔ قبر پرست بھی سجادوں کے ہاتھ سے قبر کے غلاف کے ٹکڑے اپنے سر پر

بندھواتے ہیں۔ اور غلاف کی خوشبو کو آنکھوں پر ملتے ہیں۔ اور پھر ایسے خوش ہو کر وہاں سے نکلتے ہیں۔ جیسے اپنے بادشاہ دربار سے خوش ہو کر نکلتے ہیں:

(۸) مشرکوں کی یہ بھی عادت ہے کہ بت خانہ کے خادموں کو خدا کے ہاں پناہ وکیل و شفیع سمجھتے ہیں۔ قبر پرست بھی قبروں کے مجاوروں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ان کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں:

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

اللہ ہمیں اپنے نفسوں اور برے عملوں کی برائی سے پناہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے اس نے گمراہ کر دیا۔ اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا:

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے شیطان کو تصرف کی قوت بخشی ہے۔ اس کے ساتھ وہ ہمیشہ انسان کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ سلف سے حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ منقول ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مجھے ایک بے آب و گیاہ جنگل سے گزرنا پڑا۔ اتفاقاً ایک دن مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں پانی کی تلاش کرنے لگا۔ مگر نہ ملا۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ جس سے پانی برسنے لگا۔ بارش تھم جانے کے بعد بادل میں سے ایک روشنی نکلی۔ جو تمام آسمان پر پھیل گئی۔ اس روشنی میں سے ایک صورت نمودار ہوئی۔ جو کہنے لگی اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں۔ تم پر وہ تمام چیزیں حلال کرتا ہوں جو

دوسروں پر حرام ہیں۔ اسلئے جو جی چاہے کھاؤ اور جو پسند ہو کرو۔ میں نے کہا اے ابلیس ملعون دور باش" اور استغفار پڑھنے لگا۔ فوراً وہ صورت غائب ہو گئی۔ اندھیرا چھا گیا۔ اور پھر آواز آئی، اے شیخ! تو نے اپنے علم کے باعث نجات پائی۔ ورنہ میں اسی مقام پر ستر بزرگوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ چونکہ علم کا نتیجہ ہدایت ہے۔ جو خدا نے تجھے بخشی ہے۔ اس لئے تو متزلزل نہ ہوا" میں نے پڑھا الحمد للہ اور کہا" اے ملعون! علم کے سبب سے نہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نجات پائی ہے"

ان الفاظ پر غور کرو۔ کہ آپ نے اس ابتلا میں ثابت قدم رہنے کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا۔ پھر فرمایا:" مجھے اپنی ذات پر کبھی بھروسہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رہا۔ جس طرح اس نے اس امتحان سے بچایا، آرزو ہے۔ کہ آخری منزل تک اس کا فضل شامل حال رہے"

شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ اور حضرت شیخ نے اپنی تصنیف فتوح الغیب میں بھی ذکر کیا ہے:۔

یاد رہے کہ بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس سے بھی زیادہ تصرف کی قوت شیطان کو حاصل ہے۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ شیطان کے فریب سے آخری دم تک غافل نہ رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے امتحانوں میں ثابت قدم رہنے کے لئے اس کے فضل کے طالب رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ (۷: ۹۸)

خدا کی مخفی تدبیروں سے سوائے تباہ ہونیوالوں کے کوئی بے پرواہ نہیں ہوتا

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جس شخص کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جیسا واقعہ پیش آ جائے۔ اور وہ کامیاب بھی ہو جائے۔ تو اس کو مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ

نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اب سلوک کی تمام منزلیں طے کر چکا۔ اور وہاں پہنچ گیا ہوں۔ جہاں شیطان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جیسے شہ بزرگ گمراہ ہو گئے۔ وہاں کسی کو اپنی ذات پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ ہاں نجات کی صرف یہ صورت ہے۔ کہ کتاب و سنّت کا دامن نہ چھوڑے۔ اور جو چیز اس کے موافق ہو۔ اس کو قبول کرے۔ اور جو ناموافق ہو اُسے رد کرتا رہے۔

واقعہ مذکور سے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ؎

بے علم نتواں خدا را شناخت

(جاہل خدا کو نہیں پہچان سکتا)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علمِ فقہ پڑھنے کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی نہ دین درست رہ سکتا ہے۔ اور نہ سلوک کی منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔ اور فقہ بغیر قرآن وحدیث کے نہیں آتی۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔ کہ :۔

علمِ دیں فقہ است و تفسیر و حدیث

ہر کہ گیرد غیر ازیں گردد خبیث

دین کا علم فقط فقہ، تفسیر اور حدیث ہے۔ جسکے سوا جو کچھ پڑھے گا خبیث ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن، حدیث اور فقہ سے جاہل رہنے کا انجام یہ ہوتا ہے۔ کہ آدمی شیطانی وساوس کا شکار ہو کر خبیث ہو جاتا ہے۔ ہر وقت نفسانی خواہشات کی طرف دھیان رہتا ہے۔ اور شیطانی استدراج

ع۵ سلے اس سے مراد یہ ہے۔ کہ شیطان ان کی باتوں میں کچھ باتیں ملا دیتا ہے جسے یہ اپنی کرامت سمجھتے ہیں۔ من المترجم)

قصۂ تلاوتِ سورۂ النجم

لکھا ہے کہ ایک شیطان کا نام ابیض ہے۔ اور یہی لوگوں کو مذکورہ بالا طریق سے گمراہ کرتا ہے۔ سورۂ النجم کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم یہ سورۃ مغرب کی نماز میں پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے:۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى

(کیا تم نے لات، عزّیٰ اور تیسرے منات کو دیکھا کہ ان میں کچھ طاقت بھی ہے؟)

تو آپ پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ اور اس شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر یہ شعر پڑھ دیا:۔

تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى

کہ یہ بت بڑے بلند مرتبہ ہیں اور ان کی شفاعت کی یقینی طور پر توقع ہے مشرکین اسے حضور صلعم کی آواز سمجھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ سجدۂ تلاوت میں شریک ہو گئے اور کہنے لگے "آج تو مسلمانوں کے پیغمبر نے ہمارے بتوں کی تعریف کر دی۔ شاید اب ہم میں موافقت ہو جائے"۔

محققین اہل سلوک نے کہا ہے۔ کہ اس شیطان کی منجملہ دیگر خصوصیات کے سب سے زیادہ خطرناک خصوصیت یہ ہے۔ کہ یہ ظلمت کو مصنوعی نور سے مشابہ کر دیتا ہے۔ اور معصیت و گنہگاری کو نور کی شکل میں طاعتِ مقبول کر کے دکھا دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے متبع نار کو نور سمجھ لیتے اور دوسروں کو بھی اس کی اطاعت کی طرف دعوت دینے لگتے ہیں۔ بلکہ سچے مومن سمجھوائے آیت:۔

يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۲۴: ۱۰)

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

شریعت کی راہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کی وجہ سے انکے شیطانی مکائد سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اس طرح اعلان کرتے ہیں :۔

یٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ ۔ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ (۴۰ : ۴۴)

اے میری قوم یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دوں اور اسکے ساتھ دوسروں کو شریک کروں۔ جن کے شریک ہونے کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں اور میں تمہیں زبردست بخشنے والے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

مگر جاہل لوگ پھر بھی گمراہوں کی دعوت پر لبیک اور ان کے ہاتھ سے استدراج کا صدور دیکھ کر اُن کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ ہاں وہ لوگ جنہوں نے دین کے مضبوط کڑے کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے۔ تو وہ کسی وقت بھی شیطان کے پنجہ میں نہیں پھنستے اور ہر مقام پر اس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں :

شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ مندوی اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے ایک واقعات

چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ منڈوی کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا :۔

" بعض اوقات فاسق اور بدعتی لوگوں کو بھی استدراجی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ عوام کے دل اپنی طرف کھینچ لیتے، اور شریعت سے بے خبر لوگوں کو راہِ حق سے متزلزل کر دیتے ہیں " ۔ اس کے بعد اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے دکن جانے کا اتفاق ہوا۔ میں قاضی شہر عبدالعزیز نامی کے

کے ہاں فروکش ہؤا۔ قاضی صاحب سے میں نے ایک روز پوچھا۔ آپ کے شہر میں کوئی صالح فقیر منش آدمی ہو تو بتلاہیے۔ میں ملنا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا "ایک شخص ہے تو سہی۔ مگر میں اسکی خلاف شرع حرکات کی وجہ سے اُس سے خوش نہیں ہوں" بہر حال میں اس فقیر کے پاس گیا۔ اور دیکھا کہ ایک بلند مقام پر بیٹھا ہے۔ ارد گرد ذکور واناث کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ فقیر نے مجھے آتا دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ شراب منگائی پہلے خود پی۔ پھر مجھے دی۔ میں نے کہا میں نہیں پیوں گا۔ یہ حرام اور ممنوع ہے" انہیں نے کئی بار کہا۔ مگر میں انکار ہی کرتا رہا۔ آخر کہنے لگا، دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں!" یہ سن کر میں چلا آیا۔ اور کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کیا۔ رات کو جو سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ ہے۔ جس میں بے شمار میوہ دار درخت ہیں۔ اور نہریں بہ رہی ہیں۔ لیکن اس باغ کی راہ اس قدر پُر خطر اور دشوار گزار ہے۔ کہ وہاں تک پہنچنا سخت مشکل ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فقیر شراب کا پیالہ لیے ہوئے آن پہنچا۔ اور کہنے لگا کہ اگر یہ شراب کا پیالہ پی لو تو تمہیں اس باغ میں پہنچا دونگا۔ میں نے پھر انکار کیا۔ اس کشمکش میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے لاحول پڑھا اور کروٹ بدل کر سو گیا۔ لیکن پھر بھی واقعہ پیش آیا۔ غرض جب آنکھ لگ جاتی وہ سامنے آ جاتا۔ پھر جاگ پڑتا اور لاحول پڑھتا۔ آخر جب کئی مرتبہ یہ صورت پیش آئی تو میں تنگ آکر اُٹھ بیٹھا۔ وضو کیا، نوافل پڑھے، درود شریف پڑھا اور دعا مانگ کر پھر سو گیا۔ اب کے جو سویا تو خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کا دربار ہے اور آپ صلعم کے ہاتھ میں ایک لمبی سی لکڑی ہے بدعتی بھی آنکلا اور لگا مجھ سے وہی حرکت پھر کرنے۔ اتنے میں آنحضرت

صلعم نے اُس کی طرف مکڑی پھینکی لکڑی لگتے ہی وہ کُتّے کی صورت بن کر بھاگ گیا۔ اور آنحضرت صلعم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ؟ دیکھو وہ بھاگ گیا ہے اب اس شہر میں نہیں رہے گا ! ! اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو صبح کا وقت تھا۔ نماز پڑھ کر میں اُس کے مقام پر گیا۔ تو سُنا کہ واقعی وہاں موجود نہیں ہے۔ اور چند لوگ بیٹھے کہہ رہے ہیں خدا جانے اُسے کیا ہوا کہ اپنا مکان گرا کر کہیں بھاگ گیا ہے ؛؛

زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

خواب یا استغراق مثل خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا بلاشبہ درست اور انسان کے دل کو منور کرنے والی چیز ہے ۔ لیکن وساوس شیطانی کی وجہ سے محققین اہل سلوک رحمہم اللہ نے اسکے لئے بہت سی شرائط مقرر کر دی ہیں۔ اور لکھا ہے ۔ کہ صرف وہ زیارت معتبر اور صحیح ہے جس میں آپ کی آخری شکل نظر آئے ۔ جبکہ قریباً بیس بال سر اور داڑھی میں سفید ہو چکے تھے ۔

مشکوٰۃ کتاب الرویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ ط

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُسے یقین رکھنا چاہیئے کہ مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا ۔

اور

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ (جس نے مجھے دیکھا بلاشبہ اس نے ٹھیک ٹھیک مجھی کو دیکھا):

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ان ارشاداتِ عالیہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اُس نے واقعی آپ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ کذب و بطلان کو آپ کی ذات میں دخل نہیں۔ اور وساوس شیطانی سے آپ کی ذات والاصفات بالاتر ہے۔ اور یہ اللہ کی سنت ہے۔ کہ شیطان قوت تصرف رکھنے کے باوجود آپ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ علمائے کرام نے اس چیز کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"آپ کے سوا کسی دوسرے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں اور آپؐ کے سوا ہر بڑے سے بڑے شخص کی صورت وہ اختیار کر سکتا ہے"۔

زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین خیال

زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص آپ کو آخری عمر کے مخصوص حلیہ کے ساتھ دیکھے صرف اس کا خواب صحیح ہے۔ دوسرا یہ کہ جوانی، ادھیڑ یا آخری عمر کی شکلوں میں سے جو شکل بھی دیکھے صحیح ہے۔ تیسرا خیال جو سب سے مشکل اور تنگ ہے۔ اس میں یہ قید لگائی گئی ہے۔ کہ صرف وہ صورت صحیح ہو گی جو رحلت کے وقت تھی۔ جبکہ سر اور داڑھی میں قریباً ۲۰ بال سفید ہو چکے تھے۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حماد بن زید سے منقول ہے کہ:۔

"مشہور معبّر علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ کہ جب کوئی شخص

زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ آپ سے بیان کرتا تو آپ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ پوچھتے جو خواب میں دیکھا ہوتا۔ اگر وہ خاص حلیہ بیان کرتا۔ جو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہوتا۔ تو اس کی تصدیق کرتے ورنہ کہتے تم نے کسی اور شخص کو دیکھا ہے"

آگے لکھتے ہیں" ابن سیرین کا یہ اثر پایہ صحت تک پہنچ چکا ہے۔ بعض محققین کا قول ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خواب میں سنا ہوا کلام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اگر موافق نظر آئے تو تصدیق کرے۔ ورنہ بیان کنندہ کی سماعت کا نقص سمجھنا چاہیے"

ایک عجیب خواب

آگے لکھا ہے" چنانچہ میں نے مفتی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا کہ بلادِ مغرب کے ایک فقیر نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے شراب پینے کا حکم دے رہے ہیں۔ مشائخ وقت کے سامنے اس خواب کو پیش کیا گیا۔ تو ہر شخص نے اپنی عقل کے مطابق اس کی تاویل کی۔ ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ شیخ محمد بن عراق جو سنت کے نہایت شائق اور پابند تھے۔ جب استفتا آپ کی نظر سے گزرا تو فرمایا:۔

"بیان کنندہ کی سماعت کا قصور نظر آتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتشربوا الخمر (شراب مت پیو) فرمایا ہوگا مگر اس نے اشربوا الخمر (شراب پیو) سمجھ کیا ہے"

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شیطان نے ایک دفعہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز میں آواز ملا کر لوگوں کو دھوکا

دیا تھا۔ اسی طرح ممکن ہے۔ کہ اس نے خواب میں بھی فقیر کو مغالطہ دیا ہو حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولے بھی نہ ہوں"۔ ہمارے نزدیک یہی درست ہے اور اس صورت میں تاویل کی ضرورت بھی نہیں پڑتی ؛

ہمزاد کی موت کہیں مذکور نہیں

غور کرو۔ جہاں بڑے بڑے متقی اور عالم دھوکا کھا گئے اور بزرگانِ دین نے آنحضرت صلعم کی زیارت تک میں اندیشہ ظاہر کیا۔ وہاں دوسروں کی نسبت کیا اعتبار۔ جن کی صورت وہ (شیطان) ہر وقت اختیار کر کے دھوکا دے سکتا ہے۔ اور یہ بات کچھ مشکل بھی نہیں۔ کیونکہ ہمزاد تو ہر شخص کا اس کی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ اس کی موت کسی روایت سے ثابت نہیں۔ اور سب کو چھوڑ و تمام شیطانوں کے سردار ابلیس کی زندگی تو قیامت تک قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پھر ایسی حالت میں ابلیس اور اسکے ساتھیوں سے بچنے کی سوا اسکے کیا صورت ہے۔ کہ کتاب و سنت پر عمل کیا جائے اور زندگی کے ہر گوشہ میں اسوۂ حسنۂ نبوی صلعم کی پیروی کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بالتحقیق تمہارے لئے رسول اللہ صلعم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اور ارشاد ہے :۔

فَفِرُّوا إِلَى اللّٰهِ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۵۱ : ۵۰)

خدا کی طرف دوڑو۔ میں اس کی طرف سے تمہیں کھلا کھلا کر ڈرانے والا بنکر آیا ہوں۔

ایک مغالطہ

پیر پرست کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے پیر کی شکل اختیار کرنا بھی شیطان کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ پیر صاحب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح مظہرِ ہدایت ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ مغالطہ ہے صحیح بات وہ ہے۔ جو شریعت سے ثابت ہو۔ ان کے قول کی تردید خود انہی کی بیان کردہ حکایتوں سے ہو رہی ہے۔ مثلاً وہ بیان کرتے ہیں کہ (۱) "ہم نے حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو تعزیہ کے ساتھ ننگے سر چلتے دیکھا ہے" اور (۲) "ایک رات ایک جوڑا پیر صاحب کے مقبرہ میں پکڑا گیا۔ جو زنا کر رہے تھے۔ میں نے انہیں دھکے مار کر باہر نکال دیا۔ اس کے بعد جب میں سویا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب قبر مجھ سے خفا ہو کر فرما رہے ہیں، اے بے خبر خشک مُلّا! وہ دونوں عاشق و معشوق تھے۔ مدت سے وصال کے طالب تھے۔ آج یہاں انہیں موقعہ ملا۔ تو تم نے ان کی تمنا پوری نہ ہونے دی۔ تمہیں اتنی عقل بھی نہ آئی کہ انہیں روکنا ضروری ہوتا۔ تو ہم خود روک سکتے تھے۔ یہ کہہ کر مجھے ایسی لات ماری کہ لنگڑا ہی کر دیا" وغیرہ وغیرہ

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ط (۶۳ : ۴)

خدا انہیں غارت کرے کہاں جا رہے ہیں؟

سنا ہے کہ اس واقعہ کو صحیح جان کر اس کے بعد اس مزار کے خادموں نے کسی برے فعل میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ اور جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں۔ جب ہمارا پیر پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم اس کی متابعت کیوں نہ کریں۔ اگر کہا جائے کہ پیر صاحب مظہرِ ہدایت ہو کر بُرے کاموں سے کیوں

نہیں روکتے۔ تو اُس وقت جاہلوں کو گمراہ کرنے کے لیے حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھ کر سنا دیتے ہیں جو سراسر مجاز ہے ؎

نہ قاضیم نہ امیرم نہ محتسب نہ فقیہ
مراچہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم

یعنی جب میں نہ قاضی ہوں نہ امیر اور محتسب نہ فقیہ تو پھر مجھے کیا پڑی ہے۔ کہ شراب خواروں کو روکتا پھروں ۔

غرض ان داستانوں سے واضح ہوتا ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کے لئے بزرگوں کی صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ نیز اُس حدیث پر غور کرنا چاہیے جس میں حضور صلعم نے فرمایا ہے "کہ دجال جب ایسے لوگوں سے ملے گا جو اس کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے بزرگ دین اسلام پر گزرے ہیں۔ اور ہمیں بھی اسی پر قائم رہنے کی تاکید کر گئے ہیں۔ تو وہ اپنے ساتھی شیاطین کو حکم دیگا کہ ان کے بزرگوں کی صورتیں اختیار کر کے میری تصدیق کرو۔ تو ایسا کرکے اُنہیں گمراہ کر دیں گے"۔

اور جمع الجوامع میں ایک حدیث انہی معنوں میں آتی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "کہ آخری زمانہ میں شیاطین بزرگوں کی صورتیں اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے"۔

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں اسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ :-

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

بہت سے شیطان آدمی کی شکل میں پھرتے ہیں۔ پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیدینا چاہیے۔

اور اس سے بھی واضح تر بات یہ ہے۔ کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خنّاس کے بیان میں من الجنۃ والناس فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنّوں سے بھی ہوتا ہے۔ اور انسانوں سے بھی۔ اور ان دونوں کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ ہدایت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہر شخص اس سورہ کو حفظ کر کے اس کے مطالب کو سامنے رکھے۔ چونکہ یہ سورہ شرک اور پیر پرستی کی نہایت اچھی طرح تردید کرتی ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مختصر ترجمہ و تفسیر درج کر دی جائے۔

تفسیر سورۃ الناس

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے عبادتِ غیر اللہ کی کامل طور پر تردید فرمائی ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ط

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے

(اے نبی) آپ کہیئے کہ میں آدمیوں کے پروردگار، آدمیوں کے بادشاہ اور آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں۔ وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جنّوں میں سے ہو۔ یا آدمیوں میں سے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین صفات کا ذکر بندوں کی نسبت

سے کہا ہے۔ حالانکہ نسبت کے لحاظ سے ان صفات کا تعلق جیسا انسان سے ہے ویسا ہر مخلوق سے ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ بنی نوع آدم کا پروردگار ہے اسی طرح باقی تمام مخلوق کا بھی ہے۔ اور جس طرح وہ انسانوں کا مالک و معبود ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز کا مالک و معبود ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (۱۷ : ۴۴)

اور کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی پاکی بیان کرنے کو نہیں سمجھتے ؏

ربّ۔ ملک اور الٰہ کی تشریح

مفسّرین کرام یہاں خاص طور پر صفات ربّ۔ ملک اور الٰہ لانے کے متعلق عجیب عجیب نکتے بیان فرماتے ہیں۔ جن میں سے بہترین یہ ہے کہ "لوگ چونکہ غیراللہ میں انہی اوصاف کا اعتقاد رکھنے کی بنا پر کفر اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو مطلع فرماتا ہے۔ کہ یہ صفات صرف میرا خاصہ ہیں۔ اور ان میں سے کسی صفت دوسرے میں ماننا جائز نہیں۔ کیونکہ کسی مخلوق کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنا بھی خناس ہی کی وسوسہ اندازی کا نتیجہ ہے۔ اور اس کا علاج یہ صرف ہے۔ کہ ان اوصافِ ثلاثہ کو محض اللہ تعالیٰ کا خاصہ مان کر اس کی پناہ طلب کی جائے"۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر لوگ انہی صفات کو غیر اللہ میں ماننے کی وجہ سے شرک کی مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ دنیا کی مختلف اقوام کے عقائد پر نظر ڈالو تو تم دیکھو گے کہ مدتوں سے بعض قومیں اس ہلاکت کے گڑھے میں

پڑی ہوئی ہیں اور آج تک برابر اس بلا میں مبتلا چلی آتی ہیں۔

عَافَانَا اللّٰهُ وَاِیَّاهُمْ مِنْ كُلِّ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو دنیا اور آخرت کی تمام آفتوں سے بچائے۔ آمین۔

درجۂ فنا فی الشیخ کا مطلب

کفار کے باطل مذہب کو چھوڑو۔ صرف اِن قبر پرستوں کو دیکھو۔ تو یہ بھی انہی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے نزدیک یہ امر واجبات میں سے ہے۔ کہ عبادت کے وقت پہلے پیر کا تصور باندھا جائے۔ اور اس کے جمال کے مشاہدہ میں اس طرح مستغرق ہو جائیں کہ اپنے تئیں بھول جائیں۔ اس مشاہدہ میں گم ہو جانے کو ان کے ہاں فنا فی الشیخ کہا جاتا ہے۔ اور جس پر یہ کیفیت طاری ہو اُسے فانی فی الشیخ کہتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس بیماری کی وجہ سکے سوا کچھ نہیں کہ وہ شیخ میں ربوبیت کی صفت مانتے ہیں۔ اس لئے اس کی شکر گزاری میں محو رہنا لازم سمجھتے ہیں۔ یا اسکی وجہ یہ ہے کہ پیر کو تصرف کا مالک سمجھتے ہیں۔ اور اس کی دسترس سے باہر نکلنا ناممکن خیال کرتے ہیں۔ اسلئے کلی طور پر زمام تصرف اس کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ اور یا پھر اس لیے کہ شیخ جی کو ما کان و ما یکون کا پورا عالم ہونا یقین کرتے ہیں اس لئے فنا فی الشیخ اختیار کرتے ہیں۔ ان باتوں کا ثبوت چاہو تو وقت کم دیکھ لو جب ان میں سے کوئی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ تو کس کی طرف رجوع کرتا ہے آیا خدائے زندہ و توانا کی طرف یا ارواحِ بزرگاں کی طرف؟ حالانکہ خداوند کریم ہی مالک ہونے کی حیثیت سے اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (انعام)

ترجمہ:۔ کہو اللہ ہی تمہیں ہر غم سے نجات بخشتا ہے۔ پھر بھی تم اسکا شریک ٹھہراتے ہو۔

یہ لوگ بیماری میں شفا و صحت اور تنگدستی میں خوشحالی و فارغ البالی اپنے پیروں ہی سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ اللہ میں صفتِ ربوبیت ماننے کے یہی معنے ہیں کہ چونکہ وہ تمام مخلوقات کو رزق اور صحت عطا فرما کر قائم رکھتا ہے اس لئے وہ مخلوقات کا ربّ ہے۔ پھر یہ لوگ بزرگوں کی قبروں پر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جنہیں بیت اللہ میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً غلاف چڑھانا، چومنا، چھونا، طواف کرنا، نذریں چڑھانا، قربانی کرنا وغیرہ قبر کے غسل کے پانی کو آبِ زمزم کی طرح متبرک سمجھنا، عبادت سمجھ کر قبروں کی زیارت کرنا، ان کو قبلۂ توجہ بنانا، اور ان میں عبادت کرنے کو تمام مقامات سے بہتر خیال کرنا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو الٰہ الناس ماننے کے یہی معنی ہیں کہ اس کے مقرر کردہ آداب اُس کے گھر میں جاکر بجالائیں اور کسی دوسری جگہ ویسی حرکتیں نہ کریں جیسی اُس کے گھر میں جاکر کرتے ہیں ۔

ہر بستی کے لئے حاجت روا جُدا ہے

قبر پرستوں نے ہر شہر اور بستی کے لئے ایک نہ ایک بزرگ کی قبر کو صاحبِ تصرّف مقرر کر رکھا ہے۔ گویا وہی وہاں کے حاکم ہیں۔ اور ان کی طرف جملہ مہمات و مصائب میں حاجت روائی کے لئے رجوع کرتے ہیں۔ جب وہ شادی کرتے ہیں۔ تو دولھا کو اس ولی کی قبر پر سلام کے لئے لے جاتے ہیں اور وہ اس کی پائینتی میں کھڑے ہو کر سلام کرتا ہے اور کچھ نذرانہ ادا کر کے بتعلق برات میں شامل ہوتا ہے ۔

ان میں سے بعض لوگ مجاوروں کا اس طرح احترام کرتے ہیں۔ جس طرح شاہی خدام کا کیا جاتا ہے۔ اور مہمات میں ان کو اپنا وکیل مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ وہ صاحبِ

قبر کے پاس ان کی سفارش کر دیا کریں ۔ عرس کے موقعہ پر ان کے ہاتھ سے دستار بندی کرانے ۔ اور ان کی دی ہوئی پگڑی کو شاہی خلعت کی طرح قابل فخر و عزت سمجھتے ہیں :۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

تمام گروہ جو کچھ ان کے پاس ہے اسی پر خوش ہیں ۔

قبر پرستوں کی گپیں

قبر پرست گپیں بہت سی ہانکتے ہیں ۔ مثلاً کہتے ہیں :۔

(۱) "ایک چشتی نے نقشبندیوں کی حدود میں قدم رکھنا چاہا ۔ مگر نقشبندی صاحب کے سامنے اُن کی پیش نہ گئی اور بے نیل مرام واپس جانا پڑا ۔"

(۲) "شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں کامیاب نہیں ہو سکے ۔ جب تک کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ارشاد و ہدایت کی اجازت نہیں دی" وغیرہ وغیرہ ۔ غضب ہے کہ ایسی ایسی بے سر و پا کہانیاں ، قفراء کی سوانح عمریوں میں بھی درج کر دی گئی ہیں ۔

محکمات اور متشابہات

علمائے محققین نے بالکل درست کہا ہے ، کہ اولیاء کے احوال آیات محکمات و متشابہات کی طرح دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ جو احوال شریعت کے موافق ہوں ، وہ محکمات کی طرح ہیں ۔ جو ناموافق ہوں وہ متشابہات کی طرح پس جو محکمات کی طرح ہیں ۔ وہ اشتباہ سے پاک ہیں اور وہی قابل حجت بھی ہیں ۔ اور لائق اتباع بھی ۔ لیکن جو احوال کہ متشابہات کی طرح مشتبہ المراد ہیں ۔ اُن سے بچنا ہی لازم ہے ، وہ نہ قابل

مجتنب ہیں، نہ لائق اتباع کیونکہ اُن کے سبب سے کئی لوگ ہدایت یاب بھی ہو جاتے ہیں۔ تو کئی گمراہ بھی ہو جاتے ہیں ۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا

گمراہ ہو جاتے ہیں اس کے سبب سے بہت اور ہدایت پاتے ہیں اس سے بہت

۱۱۔ آیات محکمات و متشابہات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (۳ : ۵)

اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب نازل فرمائی اُس کی بعض آیتیں اشتباہِ مراد سے محفوظ ہیں۔ اور یہی آیتیں اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں۔ اور بعض آیتیں ایسی ہیں جو مشتبہ المراد ہیں۔ پس جن لوگوں کے دل میں کجی ہے۔ وہ اسکے اس حصہ کی پیروی کرتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے۔ دین میں فتنہ پیدا کرنے اور غلط مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے، حالانکہ ان کا صحیح مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

صاحبِ مصابیح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٌ وَّ حَرَامٌ وَّ مُحْكَمٌ وَّ مُتَشَابِهٌ وَّ اَمْثَالٌ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَ حَرِّمُوا الْحَرَامَ وَ اعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ وَ اٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَ اعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ

قرآن مجید پانچ قسموں پر نازل ہوا ہے۔ یعنی حلال۔ حرام۔ محکم۔ متشابہ اور امثال۔ پس اُس کے حلال کو حلال جانو۔ حرام کو حرام سمجھو۔ محکم پر عمل کرو۔

متشابہ پر ایمان رکھو۔ اور امثال سے عبرت پکڑو :۔

غرض اولیاء کے بعض احوال پر صرف اپنی سمجھ کے فتویٰ سے عمل نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ بسا اوقات ایسا کرنا فساد کا موجب ہوتا ہے۔ اور اس قسم کے فساد کا سدِ باب عہدِ فاروقی میں صحابہ کے اجماع سے ہو چکا ہے :۔

ایک صحابیؓ کا واقعہ

چنانچہ کتبِ احادیث میں ایک بدری صحابیؓ کا واقعہ مسطور ہے۔ بدری صحابہؓ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی معرفت یہ مژدہ سنایا تھا کہ

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔

آج کے بعد جو تمہارا جی چاہے کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا :۔

انہی میں سے ایک شخص نے شراب پی لی۔ جب گرفتار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ تو کہنے لگا کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنہیں خدا نے بخش دیا ہے۔ اس لئے نہ مجھ پر حد قائم ہو سکتی ہے۔ اور نہ میں گنہگار کہلا سکتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہُ نے یہ عذر بالکل نہ سنا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے اُس پر حد لگا دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام مسلمان بلا لحاظ مرتبہ، یکساں طور پر شرعی احکام کیلئے مکلف ہیں۔ اور جو عمل شریعت کی نگاہ میں بُرا ہے وہ کسی متقی یا ولی کے کرنے سے اچھا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی ولی یا متقی اس دنیا میں احکامِ اسلام کی خلاف ورزی کر کے شرعی مواخذہ سے چھوٹ سکتا ہے۔ باقی رہا عاقبت کا معاملہ سو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ

جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے :۔

تنبیہ

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ محبت کرنے یا عداوت رکھنے کے لحاظ سے خوارج و روافض کی طرح لوگوں کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔ اور دونوں غفلت میں مبتلا اور گمراہی و ضلالت میں پڑی ہوئی ہیں۔ خارجی منش کہتا ہے کہ فلاں شخص نے اگرچہ بہت سے نیک اعمال کئے ہیں۔ مگر فلاں ناشائستہ بات کی وجہ سے وہ مردود ہے۔ اور اس کا کوئی عمل قابل تقلید و اتباع نہیں۔ اور رافضی منش کہتا ہے کہ فلاں بزرگ کا ہر عمل قابلِ تقلید ہے۔ خواہ شریعتِ اسلامی کے خلاف ہو۔ اور سند کے طور پر حافظ شیرازی رحؒ کا یہ شعر سنا دیتا ہے۔ کہ :

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

کہ مرشد کہے تو شراب میں مصلیٰ بھی ڈبو دو کیونکہ وہ منزل کی راہ و رسم سے ناواقف نہیں ہوتا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: "اے علی! تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ کہ یہود نے ان کی عداوت میں یہاں تک غلو کیا ہے۔ کہ معاذ اللہ ان کی والدہ محترمہ پر بہتان باندھے۔ اور نصاریٰ نے ان سے یہاں تک محبت کی کہ خدا کا بیٹا بنا کر چھوڑا۔"

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:-

يَهلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفرِطٌ يُقرِظُنِي بِمَا لَيسَ فِيَّ وَ مُبغِضٌ يَحمِلُهُ شَنَآنِي عَلٰى اَن يَبهَتَنِي

میری وجہ سے دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ مجھ سے الفت کرنے والے کہ مجھ میں وہ چیز ثابت کرینگے۔ جو مجھ میں نہیں ہے۔ اور دوسرے مجھ سے دشمنی کرنے والے کہ بے جا عداوت کی وجہ سے مجھ پر بہتان باندھیں گے۔

غرض الفت و عداوت میں مبالغہ کرنے کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہو جانے کی یہ دلیل کافی ہے؛

طریقہ اہل السنّت

مفسرین کرام نے اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ الخ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مَغضُوبِ عَلَيهِم سے مراد یہود ہیں جن کی مثل مسلمانوں میں فرقہ خوارج ہے۔ جو بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور ضَالِّين سے مراد نصاریٰ ہیں۔ جن کی مثال اہلِ اسلام میں روافض کی جماعت ہے۔ جنہوں نے تعظیم و الفت کو حدِ تحریم تک پہنچا کے چھوڑا ہے۔ راہِ توسط پر چلنے والی صرف ایک جماعت ہے۔ یعنی اہلسنّت جو ہر قسم کے افراط و تفریط سے محفوظ ہے۔ اہل سنّت کا اصول ہر معاملہ میں یہ ہے:۔

خُذ مَا صَفَا وَدَع مَا كَدَرَ۔

یعنی اچھی چیز لے لو اور بری چیز کو چھوڑ دو۔

یہ جملہ اس حدیث کا ہم معنیٰ ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا:-

دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ

مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک چیز اختیار کرو:۔

اسی لئے اہلِ سنت سلف صالحین رحمہم اللہ کے حق میں سوائے نیک گوئی کے لب کشائی نہیں کرتے۔ ان کی دعا ہے:-

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (۳: ۸)

اے پروردگار! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجیو اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیو (کیونکہ) تو ہی رحمت عطا فرمانے والا ہے:۔

اور

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (۵۹: ۱۰)

اے پروردگار! ہمیں بخش دے۔ اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا بڑا مہربان ہے:۔

وظائفِ شرکیہ

قبر پرستوں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ کو واقف الاسرار

سمجھتے ہیں۔ اور دور و نزدیک سے اپنی جملہ مہمات میں اس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور بعض ذکر کے طور پر اپنے بزرگوں کے ناموں کا وظیفہ، مسنونہ اوراد و اذکار کی طرح بلاناغہ صبح و شام پڑھتے ہیں۔ اور بعضوں نے پیروں کے نام پر استخارے تجویز کر رکھے ہیں۔ اور ان کے ذریعے دنیا کے اچھے بُرے کاموں کا انجام معلوم کر لیتے ہیں۔

چند نمونے

چنانچہ بعض لوگ اُٹھتے بیٹھتے "یا بہاؤ الدین مشکل کشا" کہتے ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو حضرت خواجہ بہاؤ الدین کا محب خیال کرتے ہیں بعض فراخی رزق کے لئے "یا نظام الدین اولیاء زری زر بخش" کا وظیفہ پڑھتے ہیں اور بعض ہر مشکل کے لئے "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کا وظیفہ پڑھتے ہیں

ایسے وظیفے پڑھنے کی ممانعت

خبردار! یہ سب وظیفے افترا اور بہتان ہیں۔ اور صحیح طریقت کے کسی پیر سے مروی نہیں ہیں۔ اور نہ ان کی روایت کرنے والے معتبر ہیں۔ بلکہ اس کے بالعکس بزرگوں کے صحیح حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام بزرگ اپنے مریدوں کو مخلوق کی طرف نگاہِ اُمید رکھنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے تھے۔ چنانچہ عوارف المعارف میں حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

لَا يَتَحَقَّقُ صِدْقُ الْمُرِيْدِ وَاِخْلَاصُهٗ اِلَّا بِسُنَنِ مُتَابَعَةِ اَمْرِ الشَّرْعِ وَ قَطْعِ النَّظْرِ عَنِ الْخَلْقِ وَ كُلِّ

الآفَاتِ وَحَلَّتْ عَلیٰ اَھْلِ الْبِدَایَۃِ لِمَوْضِعِ نَظْرِھِمْ اِلَی الْخَلْقِ وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ لَا یَکْمُلُ الْاِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی نَفْسِہٖ فَیَرَاھَا اَصْغَرَ صَاغِرًا ۔

کسی مرید کا صدق واخلاص صحیح اور درست نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ شریعت کا پورا متبع نہ ہو جائے۔ اور مخلوق سے پورے طور پر بے نیاز ہو کر امید منقطع نہ کرے۔ اس راہ کے مبتدیوں پر آفتیں اس لئے نازل ہوتی ہیں کہ ان کی نگاہِ امید مخلوق پر لگی ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُس وقت تک کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تمام انسان اس کے نزدیک اونٹ جیسے نہ ہوں۔ اور جب تک کہ اپنے کو سب سے کم درجہ نہ سمجھے۔ (یعنی جب تک کہ تمام انسانوں کو اپنے سے زیادہ درجہ والا اور دوسروں کے مقابلہ میں اپنے کو معمولی سمجھے۔

خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مولینا جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نفحات الانس میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے ایک دفعہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا۔ کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ "خدا کی مجاوری کرنا مخلوق کی مجاوری کرنے سے افضل ہے" اور یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے :

تو حتاکے گورِ مرداں را پرستی
بگرد و کارِ مرداں کن درستی

تو کب تک قبر پرستی کریگا۔ جا اللہ والوں کے اتباع میں اپنی آخرت درست کر

حضرت سید المشائخ ابو محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء محققین کے سرداد کہلاتے ہیں اپنی فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَرَادَ السَّلَامَۃَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ فَعَلَیْہِ بِالصَّبْرِ وَ الرِّضٰی وَ تَرْکِ الشَّکْوٰی اِلَی الْخَلْقِ وَ اِنْزَالِ حَوَائِجِہٖ بِرَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ وَ انْتِظَارِ الْفَرَجِ مِنْہُ تَعَالٰی اِذْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنْ غَیْرِہٖ

جو شخص دنیا اور آخرت میں سلامتی کا طالب ہے اُسے چاہیئے کہ صبر کو اپنا شعار بنائے۔ ہر حال میں راضی برضا رہے۔ مخلوق سے شکایت نہ کرے۔ اور اپنی حاجات کا سوائے اپنے پروردگار کے بذریعہ دعا و سوال یا زبانِ حال وقال کے اور کسی سے ذکر نہ کرے۔ ہر امر میں مشکلکشائی کی توقع اسی کی ذات سے رکھے۔ کیونکہ اسی کی ذات تمام موجودات سے برتر و اعلیٰ ہے ؛

پیر پرستوں کا خبط

پیر پرستوں کا ایک عجیب خبط یہ ہے۔ کہ جب آیاتِ کلام الٰہی، احادیثِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلم یا اقوالِ اولیاءِ کرام رحمہم اللہ پیش کئے جائیں۔ تو اُن کا جواب اپنی عقلی تاویلوں سے دیتے ہیں اور کہتے ہیں، اولیاء کی روحیں اگرچہ مخلوق ہیں۔ مگر بوجہ اس قرب کے جو اُن کو بمقابلہ دوسری مخلوق کے اپنے خدا کے ساتھ حاصل ہے۔ اُن کو حاجت روا سمجھ کر پکارنا برُا نہیں۔ جیساکہ کہا گیا ہے ؎

اولیاء را ہست قدرت از اِلٰہ
تیرِ جستہ باز گرداند ز راہ

اولیاء اللہ کو خدا کی طرف سے ایسی قوت حاصل ہوتی ہے۔ کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس پھیر سکتے ہیں ؛

حاشا و کلا اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے :۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (۱۰ : ۱۰۷)

اگر اللہ تعالےٰ تجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ تو کوئی شخص اس کو دور نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ کوئی آرام پہنچانا چاہے تو بھی اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے :۔

لَوْ جَمَعَ الْعِبَادُ اَنْ يَّنْفَعُوْكَ لَمْ يَقْضِ اللّٰهُ لَكَ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ وَلَوْ جَمَعَ الْعِبَادُ اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَقْضِهِ اللّٰهُ عَلَيْكَ لَمْ يَقْدِرُوْا

اگر تمام لوگ اکٹھے ہو کر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہیں۔ جو خدا کو منظور نہیں تو نہیں پہنچا سکتے۔ اور اسی طرح اگر نقصان پہنچانے پر اکٹھے ہو جائیں جو خدا نے تیرے مقدر میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچا سکتے۔

اس حدیث کا پہلا حصہ یہ ہے۔ جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ :۔

بَيْنَ اَنَا رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ لِيْ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ فَاِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب توکل)

میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ کہ آپ نے فرمایا اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ (کے امر ونہی) کو نگاہ رکھ۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ رکھے گا تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔ اگر سوال کرنے کی حاجت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کر۔ اور مدد کی ضرورت ہو تو اسی سے مدد مانگ۔ ہر بات جو آئندہ ہونیوالی ہے اُسے قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے ؛

تمام کتب صحاح میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث آئی ہے فتوح الغیب میں اس حدیث کے بعد لکھا ہے :-

فَیَنْبَغِیْ لِکُلِّ مُؤْمِنٍ اَنْ یَّجْعَلَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِرْاٰۃً لِّقَلْبِہٖ وَشِعَارِہٖ وَدِثَارِہٖ وَحَدِیْثِہٖ فَیَعْمَلُ بِہٖ جَمِیْعَ حَرَکَاتِہٖ وَسَکَنَاتِہٖ حَتّٰی یَسْلَمَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَیَجِدَ الْعِزَّۃَ فِیْھِمَا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

ہر مومن کو چاہیئے کہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ، بدن کا جامہ اور زبان کا وظیفہ بنالے۔ اور اپنی جملہ حرکات وسکنات میں اس پر عمل کرے تاکہ خدا کی رحمت سے دنیا وآخرت میں نجات وعزت پا سکے۔

آگے لکھا ہے :-

مَا سَاَلَ النَّاسَ مَنْ سَئَلَ اِلَّا بِجَھْلِہٖ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَ ضُعْفِ اِیْمَانِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ وَیَقِیْنِہٖ وَقِلَّۃِ بَصَرِہٖ

جو شخص ضرورت کے وقت لوگوں سے مانگتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے بےخبر ہے۔ یہ اس کے ایمان کی کمزوری اور طبیعت کی بےصبری کی علامت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث شریف اور شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ پیر پرستوں کا طریق شریعت اور طریقت دونوں کے مخالف ہے اگر وہ کہیں کہ یہ مقامِ حقیقت کی بانیں ہیں جو شریعت اور طریقت دونوں سے بلند ہے۔ تو انہیں بتانا چاہیے۔ کہ منزلِ طریقت و حقیقت کے امام حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ:-

كُلُّ حَقِيقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ

جو حقیقت شریعت کے مخالف ہو وہ کفر و الحاد ہے۔

حقیقت شریعت کے مخالف نہیں

اس قول کی شرح میں شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ حقیقت شریعت کے مخالف نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت اصل میں شریعت ہی ہے کیونکہ کسی چیز پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو پا کر اس کی حقیقت کو پہنچ سکیں اور یہ ایک ہی راستہ ہے۔ جس کا انتہا اُس کے ابتداء کے مخالف نہیں۔ پس اگر کسی کو کوئی کشف خلافِ شرع نظر آئے تو اُسے باطل سمجھنا چاہیے اور اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ جان بوجھ کر باطل پر عمل کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا قول

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

بسا اوقات مجھ پر ایک عجیب نکتہ ظاہر ہوتا ہے۔ مگر میں اُسے اس وقت تک قبول نہیں کرتا۔ جب تک کہ دو عادل گواہ یعنی کتاب و سنت اس کی تصدیق

نہ کریں)۔

آگے فرماتے ہیں:۔

جان لو کہ حدودِ شریعت کی حفاظت کے ساتھ مقامِ شہود و توحید حاصل ہو جائے۔ تو یہ صدیقوں اور عارفوں کا مقام ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں بہت سے سالک پہنچکر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ بلکہ بعض تو دین و ایمان تک سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

یاد رہے کہ دین ایک ہی ہے۔ شریعت، طریقت اور حقیقت تین (جدا جدا) دین نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اسی کی شاخیں ہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (اور اللہ ٹھیک بات کہتا اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے)

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ اکابرِ مشائخ میں سے گذرے ہیں۔ آپ کا قول ہے:

كُلُّ بَاطِنٍ يُخَالِفُهُ الظَّاهِرُ فَهُوَ بَاطِلٌ وَمُلَائِمٌ۔

جس باطن کا ظاہر مخالف ہو۔ وہ باطن ٹھیک نہیں۔ اور ملامت کے قابل ہے۔

حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

کتاب سیر المشائخ میں باطن کے سلسلہ میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی حسب معمول صبح کی جماعت میں شریک

ہوئے چونکہ ایک رکعت رہ گئی تھی۔ اس لئے تشہد میں امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑے ہو گئے۔ نماز کے بعد امام نے کہا۔ اے شیخ! امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی کو اُٹھنا جائز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ ابھی کچھ باقی ہو۔ اور امام کی متابعت فوت ہو جائے۔ شیخ نے جواب دیا۔ اگر نورِ باطن سے پتہ لگ جائے کہ نماز ہو چکی اور کچھ باقی نہیں تو ایسی صورت میں سلام سے پہلے اُٹھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ امام نے کہا ہرگز جائز نہیں۔ جو نور کہ شریعت کے مخالف ہو وہ نور نہیں تاریکی ہے۔ اس پر حضرت شیخ نے کہا۔ آمنّا!

شیخ ابو عبداللہ حارث بن اسدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ ابو عبداللہ حارث بن اسدی محاسبی رحمۃ اللہ علیہ متقدمینِ اہلِ طریقت کے علماء میں سے ہیں، آپ فرماتے ہیں:-

مَنْ صَحَّحَ بَاطِنَهٗ بِالْمُرَاقَبَةِ وَالْاِخْلَاصِ زَيَّنَ اللّٰهُ ظَاهِرَهٗ بِالْمُجَاهَدَةِ وَاتِّبَاعِ السُّنَّةِ

جس کا باطن مراقبہ و اخلاص سے درست ہو گیا۔ اس کا ظاہر اللہ تعالیٰ اتباعِ سنت و مجاہدہ سے مزیّن فرما دیتا ہے۔

حضرت ابو حفص کبیر حدّاد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت ابو حفص کبیر حداد رحمۃ اللہ علیہ جو اس طریقہ کے اعلیٰ مرتبت لوگوں میں سے ہیں فرماتے ہیں:-

مَنْ لَمْ يَزِنْ اَحْوَالَهٗ وَاَقْوَالَهٗ وَاَفْعَالَهٗ بِمِيْزَانِ الْكِتَابِ

وَالسُّنَّةِ وَلَمْ يَتَّهِمْ خَوَاطِرَهُ فَلَا تَعُدُّوْهُ فِيْ دِيْوَانِ الرِّجَالِ

جو شخص اپنے اقوال، احوال اور افعال کو کتاب و سنت کے ترازو میں نہیں تولتا۔ یعنی انکے مطابق نہیں رکھتا۔ اور خواہشات کے اتباع کو برا نہیں سمجھتا اسے مردوں کی فہرست میں شمار مت کرو۔

حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

سلطان العارفین ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لَوْ نَظَرْتُمْ اِلٰى رَجُلٍ اُعْطِيَ اَنْوَاعًا مِّنَ الْكَرَامَاتِ حَتّٰى يَتَرَبَّعَ فِي الْهَوَآءِ اَوْ مَشٰى عَلَى الْمَآءِ فَلَا تَغْتَرُّوْا بِهٖ حَتّٰى تَنْظُرُوْا كَيْفَ تَجِدُوْنَهٗ عِنْدَ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَاَدَاءِ اَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ

اگر تمہیں کوئی ایسا شخص نظر آئے جو تمہاری دانست میں بے شمار کرامتیں رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا میں اڑ سکتا اور پانی کی سطح پر چل سکتا ہے مگر جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی، حفظ حدود شرعی اور پابندی احکام اسلامی میں کیسا ہے اس پر ہرگز اعتبار مت کرو۔ اور اسکی کرامات کے قائل مت ہو۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا قول

امام طریقت، سید الطائفہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

طُرُقٌ اِلَى اللّٰهِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ وَكُلُّهَا مَسْدُوْدَةٌ

عَلَى الخَلقِ اِلَّا عَلٰى مَن اقتَفٰى اَثرَ اَثرَ الرَّسُولِ

اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کے بے شمار راستے ہیں۔ مگر یہ تمام بند ہیں۔ صرف ایک کھلا ہے۔ یعنی جس میں رسول کی متابعت پائی جائے۔

حاصل کلام یہ کہ تمام بزرگوں پر سنّتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اور امر و نہی پر استقامت واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس امر کی بیّن دلیل ہے:۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

ظاہر اور باطن دونو طرح کے گناہ چھوڑ دو:۔

یعنی شریعت کی مخالفت کرنا ظاہری طور پر بھی منع ہے۔ اور باطنی طور پر بھی اور شریعت کی ظاہری یا باطنی طور پر خلاف ورزی کرنے والے کی متابعت کرنا بھی گناہ ہے۔ اور ایسی متابعت کسی کے لئے جائز نہیں (لَا طَاعَةَ لِمَخلُوقٍ فِي مَعصِيَةِ الخَالِقِ (الحدیث) کسی شخص کی ایسی اطاعت کرنا معصیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو مترجم)

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

مَن وَقَّرَ صَاحِبَ بِدعَةٍ فَقَد اَعَانَ عَلٰى هَدمِ الاِسلَامِ (بیہقی در شعب الایمان)

جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے (گویا) دینِ حنیفؑ اسلام کی تباہی اور بربادی میں امداد دی۔

یعنی صحیح یہ ہے۔ کہ کسی بدعتی کی کبھی عزت و توقیر نہ کی جائے۔ کیونکہ بدعت کی عزت کرنا درحقیقت اسلام کی تذلیل و تحقیر کرنا ہے:۔

مشائخ کا حزم واحتیاط

اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے حزم و احتیاط کا عجیب حال تھا۔ لکھا ہے کہ حسین بن منصور حلّاج رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عبادت گذار شخص تھے۔ ہزار نفل ایک رات میں پڑھا کرتے تھے۔ مگر باوجود اس زہد و عبادت کے جب انہوں نے انا الحق کہا تو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کے دوسرے مشائخ نے ان کو گردن زدنی قرار دیا۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ ابن منصور حلّاج کی نسبت دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا" وہ مردود ہے" حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو مقتدائے وقت تھے، ان کو مردود کہا۔ اور آپ کا فتویٰ سب کا فتویٰ ہے۔

اسی کتاب میں سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

" منصور کی کسی شخص نے اصلاح نہ کی۔ اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو اُن کی اصلاح کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ ہو سکتا ہے۔ جس چیز کو منصور نے مخالف حق سمجھے ہوں، وہی چیز ان کے بزرگوں کے نزدیک غلط ہو"۔

غرض اس قصّہ سے یہ ثابت ہُوا کہ جو لوگ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مخالف ہیں وہ مشائخ و بزرگان دین کے طریقہ کے بھی مخالف ہیں اور ایسے لوگوں کا اپنے آپ کو محبّ مشائخ کہنا بھی غلط ہے:۔

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

جو بات منہ سے کہتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں ہے۔

اس جماعت کی حماقت کا عجیب حال ہے۔ کہ جب آیات، احادیث اور آثار مشائخ سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ تو روافض کی طرح لاجواب ہو کر کہتے ہیں کہ وہ اولیاء ایسی باتوں کو مخفی رکھتے اور اپنے خاص الخاص لوگوں کو بتاتے تھے۔ خیال کرو۔ یہ کہکر گویا وہ اپنے بزرگوں پر تقیہ کی تہمت لگانے سے بھی باز نہیں آتے۔ آنحضرت صلعم نے حدیث میں اس کا بھی جواب دے دیا ہے۔ کہ امور دینیہ کی صحت کا مدار تو سماعت اور شہرت پر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ کَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ)

آخری زمانہ میں کئی دجال اور کذاب پیدا ہوں گے۔ جن سے ایسی باتیں سنو گے۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہونگی۔ پس ان سے بچنا۔ کہیں فتنہ میں ڈالکر تمہیں گمراہ نہ کر دیں!!

لفظ دجالون پر غور کرو۔ ان کی دجالیت یہ ہے۔ کہ وہ من گھڑت روایات میں اپنی خوارق عادات کو ایسی عیاری کے ساتھ ملائیں گے کہ وہ کرامت معلوم ہونگی۔ اور اس طرح سے لوگ ان کے پنجہ میں پھنس جائیں گے آنحضرت صلعم نے اُن سے بچنے کی تدبیر یہ بتائی ہے۔ کہ سنت کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ ط

جو شخص فساد کے وقت میری سنت کی متابعت کرے گا۔ اُس کے لئے سو

شہید کا ثواب ہے ؏

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا
هٰذَا سَبِيْلُ اللهِ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں خط کھینچے اور فرمایا هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا الشَّيْطَانُ يَدْعُوْا اِلَيْهِ ان راستوں میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے۔ جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ؏

هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۶ : ۱۵۴)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس پر چلو۔ دوسری راہوں پر مت چلو۔ ورنہ خدا کی راہ سے ہٹ جاؤ گے۔ یہ خدا کا تاکیدی حکم ہے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ؏

مطلب یہ ہے۔ کہ صراطِ مستقیم پر چلنے کے بغیر شیطانی راہوں سے بچنا محال ہے ؏

شرح سنہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اُسکی رائے اس چیز کے تابع نہ ہو۔ جو میں لے کر آیا ہوں ؏

یعنی آدمی کو چاہیئے۔ کہ مقدماتِ ایمانی میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرے ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔ اور نہ قیودِ شرع سے آزاد ہو۔ ورنہ شیطان کی غلامی میں پھنس جائے گا ؏

عقائد میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موافقت ضروری ہے

مخفی نہ رہے۔ کہ دین اسلام دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ عقائد اور اعمال۔ بلا شبہ یہ مشکل امر ہے۔ کہ ہمارے تمام اعمال حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال جیسے ہو جائیں۔ اور زندگی کے کسی گوشہ میں اُن سے ذرہ بھر مخالفت نہ ہو۔ چونکہ یہ مشکل بات تھی۔ اس لئے شریعت نے ہر شخص کو بقدرِ طاقت و وسعت اس کا مکلف گردانا۔ لیکن عقائد کی حالت اعمال کے مقابلہ میں بالکل مختلف ہے۔ ان میں تو ان کے ساتھ پوری پوری مماثلت پیدا کرنا ہر مسلم کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور ادنی اسی مخالفت کو بھی بیدینی اور گمراہی بنایا گیا ہے،، یہ انبیاء علیہم السلام سے عقائد میں اختلاف ہی کرنے کا نتیجہ تھا۔ جس نے یہود و نصاریٰ میں اختلاف پیدا کر دیا۔ پھر یہود اکہتر اور عیسائی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اسی چیز سے متنبہ کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ زَمَانٌ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَّ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ ؎

میری اُمّت پر ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا ٹھیک ایسا ملتا جلتا ہوا جیسے ایک جُوتی دوسری جُوتی کے برابر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے بدکاری کی تو مسلمانوں میں بھی ایسا شخص پیدا ہوگا جو یہ فعل کرکے رہیگا۔ اور بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے مسلمان تہتّر فرقے بن جائیں گے۔ جن میں سے صرف ایک جنّتی ہوگا باقی تمام دوزخی ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنّتی گروہ کونسا ہے؟ فرمایا اس طریق پر چلنے والے جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں:۔

اس حدیث کو ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد میں اس کے خاتمہ پر یہ الفاظ بھی ہیں:۔

وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَإِنَّهُ وَسَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَتَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ وَلَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَمَفْصَلٌ إِلَّا دَخَلَهُ

اور وہ ناجی گروہ ایک جماعت ہے۔ پھر مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں یہ باتیں (بنی اسرائیل کی عادتیں) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے کتّے کا زہر آدمی کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ کہ وجود میں کوئی رگ و ریشہ اس کے اثر سے بچا نہیں رہتا:۔

حاصل یہ ہے کہ ہوائے نفس کے پیچھے چلنا بے دینی پیدا کرتا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی متابعت کرنا نجات کا موجب ہے۔ پس جب یہ صحیح ہے کہ سنّت کی متابعت ہی میں نجات، اور اسکی مخالفت ہی میں ہلاکت اور تباہی ہے تو ہر حال میں اپنے

احوال، افعال اور اقوال کو کتاب و سنّت کے ترازو پر جانچتے رہنا چاہیئے بڑے بڑے علماء و مشائخ نے یہی کہا ہے۔ اور ان کے اقوال اوپر گزر چکے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وسیع مضمون کو ایک ہی شعر میں ادا کر دیا ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی جس نے دین کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف راستہ اختیار کیا۔ تو وہ منزلِ مقصود تک ہرگز نہیں پہنچے گا:۔

بلاشبہ عملی مخالفت بھی معصیت اور گناہ ہے۔ لیکن اگر اسکے مرتکب کو اپنے قصوروں کا اعتراف ہو تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت سے یہ گناہ معاف ہو سکتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق بھی اشارۃً فرمایا ہے:؎

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سیّد پیش رو

جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلّم جیسا پیشوا رکھتا ہے۔ وہ ہرگز گناہوں کے بدلے عذاب میں نہ جائے گا۔

شیخ موصوف رح کے اس ارشاد میں پیشرو کا لفظ عمل میں کوتاہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ سرے سے عقیدۂ دین میں ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ متفق نہیں تو آپ اُن کے لئے پیشرو کس طرح ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ

فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ؕ (۶ : ۱۶)

جن لوگوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور خود گروہ گروہ ہو گئے۔ تو (اے نبی!) آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ان کو ان کی کارگزاریاں بتا دے گا:

بددین کے ساتھ ہم نشینی جائز نہیں

اے خدا کے بندو اور اے ریاکارو! زمانہ نبوّت کو گزرے مدّت دراز ہو گئی اور قرونِ ثلاثہ خیر کا وہ دور بھی ختم ہو گیا جس کے تدیّن و تقویٰ کی تعریف خود رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کی تھی۔ اب یاد رکھنا چاہیئے کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ اور علمائے دین کے اقوال واحوال کا معاملہ جو اعمال واحوال کہ تواتر کے ساتھ ثقہ راویوں سے مروی نہیں ہیں) بالکل اہلِ کتاب کی روائتوں کے مانند ہو گیا ہے۔ کہ جن کا ایک حصّہ قرآن مجید کے موافق ہے۔ دوسرا مخالف اور تیسرا نہ مخالف ہے نہ موافق، تو ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو حصّہ موافق ہے اس کی تصدیق کرو۔ اور جو مخالف ہے اس کی تکذیب و تردید۔ اور تیسرے حصّے سے کچھ سروکار نہ رکھو۔

علمائے ربّانی کا ارشاد ہے۔ کہ شعارِ اسلام اور فرض اعمال کی مخالفت کرنے والے کو سختی سے سمجھانا چاہیئے۔ اس کی بدعملی سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیئے اور دینی امور میں سستی کرنے والے کے ساتھ ہم نشینی نہ رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنا اس سے پیار کرنے کے برابر ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَھُوَ مِنْھُمْ

جس نے کسی قوم کو دوست رکھا۔ وہ انہی میں سے ہے۔

فاسق فاجر سے میل جول کا انجام عذاب الٰہی ہے

یہودیوں میں سبت کے روز مچھلی پکڑنا حرام تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی تین جماعتیں ہوگئیں۔ ایک وہ جس نے سبت کے دن مچھلیاں پکڑنی شروع کردیں۔ دوسری وہ جو اُن کو منع کرتی رہی۔ اور تیسری وہ جو ان دونوں کے بین بین رہی۔ یعنی پکڑنے والوں کو تو کچھ کہا نہیں۔ لیکن روکنے والوں کو روکنے سے منع کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کا حال یکجا بیان فرمایا ہے:

أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (۷: ۱۶۴)

ہم نے (صرف) اُن لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور باقی دونوں ظالم گروہوں کو سخت عذاب میں پکڑلیا۔ کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے:

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ عذابِ الٰہی سے صرف وہ جماعت بچ سکی جو روکنے والی تھی باقی رہ حیلہ ساز گروہ جو کہتا تھا کہ:-

لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا

تم کیوں بے فائدہ ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ سخت عذاب کا مزا چکھانا یا ہلاک کرنا چاہتا ہے:

تو وہ بسبب ترکِ نہی عن المنکر و اعانتِ فسق و فاسقین کے ظالموں میں شمار ہو کر

ہلاک ہوگیا۔

مسلم کی ایک حدیث

صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب مدافعت کی طاقت نہ ہو اور بالکل بیچارگی کی حالت ہو گئی ہو۔ تو اس وقت بھی منکرات کے مرتکب سے بغض و عداوت رکھنا ضروریاتِ ایمان سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِیْ اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحٰبٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِیَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ ؕ

صحیح: اِلَّا كَانَ لَهٗ فِیْ اُمَّتِهٖ

دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ مگر اس کی امت میں حواری اور ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اسکی سنت پر چلتے اور اس کا حکم مانتے ہیں۔ پھر جب یہ لوگ اٹھ جاتے ہیں تو ایسے ناخلف پیدا ہوتے ہیں۔ جو ایسی باتیں کہتے ہیں۔ جنہیں خود نہیں کرتے۔ اور ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جنہیں کرنے کا حکم نہیں ایسے لوگوں کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرنے والا مومن ہے۔ زبان سے جہاد کرنے والا مومن ہے۔ اور دل سے جہاد کرنے والا بھی مومن ہے۔ مگر اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سنت کی مخالفت کرنے والے سے محبت رکھنا

کفر سے قریب اور ایمان سے دور کر دیتا ہے۔ اور ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ قبروں پر منکرات کا ارتکاب کرنے والوں سے اولیائے کرام کی روحیں اگر یدی اور لسانی جہاد سے قاصر ہیں تو بدرجۂ اقل قلبی بغض ضرور رکھتی ہونگی۔

مکالمہ حضرت شاہ صاحب اور ایک پیر پرست

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ جوانی کے زمانہ میں مجھے ایک پیر پرست سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ کہنے لگا "متشرع لوگ اولیاء کی قدر نہیں جانتے۔ انہیں جامد اور بے خبر سمجھ کر ان کی مزاروں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ کہا گیا ہے کہ ؎

مردانِ خدا خدا نباشند　　ولیکن از خدا جدا نباشند

یعنی اللہ کے بندے خدا تو نہیں ہوتے۔ لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے" میں نے کہا وہ ایسا خیال کیونکر کر سکتے ہیں۔ جبکہ انہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ شہدا فی سبیل اللہ زندہ ہیں اور پروردگار کے ہاں سے رزق پاتے ہیں۔ ہاں ان کی پرستش سے ضرور منع کرتے ہیں لیکن ان کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کر کے ثواب حاصل کرنے سے نہیں روکتے باقی رہی انکے مزارات سے فائدہ اٹھانے کی بدعت تو یہ محض اہلِ قبور کی اختراع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ سے اس عمل کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک بھی یہ بات بے اصل سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر

ہو چنے لگے۔ کہ خدا جانے میرے آنے کی خبر حضرت خواجہ رح کی روح کو ہوئی بھی ہے یا نہیں؟ اس پر آواز آئی :-

من آئم بجاں گر تو آئی بہ تن

تو جسم کے ساتھ آیا ہے تو میں جان سے حاضر ہوں :

اس نے کہا، اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حضرت سلطان المشائخ رح کے زمانہ تک قبروں سے استفادہ کا طریق رائج نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ آپ کا یہ خیال اس کی تائید کر رہا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کا شک میں پڑ جانا کہ آیا میرے آنے کی اطلاع ان کو ہوئی بھی یا نہیں، یہی اس بات کا ثبوت ہے۔ اگر آپ کا معمول ہوتا۔ تو ایسا شک ہی کیوں کرتے؟

اس نے کہا اچھا، باقی تمام بزرگ تو قائل ہیں کیونکہ کسی سے انکار مروی نہیں۔ میں نے کہا، لو سنو، حضرت خواجہ بہاؤ الدین رح فرماتے ہیں :-

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی

بگرد و کارِ مرداں کن درستی

تو قبروں کی پرستش کب تک کرے گا۔ جا ان کی پیروی میں اپنی عاقبت درست کر!

اس نے کہا استفادہ اور چیز ہے اور پرستش اور چیز۔

میں نے کہا اچھا استفادہ کا طریقہ بتاؤ۔

اس نے کہا جیسے زندہ بزرگ کی صحبت میں مؤدبانہ طریق سے بیٹھ کر اُن کی باطنی توجہ سے باطنی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ویسے ہی اُن کی مزار سے بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ قول ہے :-

اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ (اولیاء اللہ مرتے نہیں)

میں نے کہا۔ یہ قول تمہارے دعوے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امو زدینیہ

کی دلیل تو صرف کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ امت پر مبنی ہے۔ نہ زید۔ بکر اور عمر وغیرہ کے اقوال پر، اور یہی مذہب اُن بزرگانِ دین کا ہے۔ جن کا قول قابلِ اعتبار ہے۔ چنانچہ اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدوں نے دف کے ساتھ گانا سننا شروع کیا۔ تو حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ دوستوں نے بٹھانا چاہا۔ مگر نہ بیٹھے۔ اور فرمایا یہ کام سنّت کے خلاف ہے۔ دوستوں نے کہا کیا آپ سماع کے خلاف ہیں؟ حالانکہ آپ کے پیرو مرشد اس کے جواز کے قائل تھے؟ تو آپ نے فرمایا مشائخ کا کوئی فعل شرعی حجت نہیں ہوسکتا۔ دلیل کتاب و سنّت سے ہونی چاہیئے۔ لکھا ہے۔ کہ اس بات کا ذکر شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ہوا۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا نصیر الدین نے سچ کہا۔ اُس شخص نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد شیخ نصیر الدین سماع کے قائل ہوگئے تھے؟

میں نے کہا۔ خیر المجالس میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک بزرگ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کس طرح جائز ہے کہ باجہ بجے اور صوفی ناچیں"۔ تو آپ نے فرمایا "باجہ بالاجماع ناجائز ہے"۔ پھر فرمایا بھلا ایک شخص مقامِ طریقت سے گرا تو مقامِ شریعت میں رہا (یعنی باجہ نہ سننے سے) لیکن اگر شریعت سے بھی نکل جائے تو سوائے جہنم کے کہاں جائے گا"۔

پھر فرمایا، پہلے تو مطلق سماع ہی میں اختلاف ہے بعض مشائخ نے اسے چند در چند شرائط کے ساتھ خاص الخاص لوگوں کے لئے مباح کہا ہے۔ اور وہ بھی بغیر ساز کے۔ ساز کے ساتھ سننا تو بالاجماع حرام ہے۔

اُس نے کہا، شیخ موصوف نے سماع تو کیا ہے۔ خواہ مزامیر کے ساتھ

نہ کیا ہو:۔

میں نے کہا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا ہے۔ تو انہی کا قول ہے کہ "مشائخ کا کوئی فعل شرعی حجّت نہیں ہے۔ حجّت صرف کتاب و سنّت ہے۔ اور ممکن ہے کہ چونکہ حدیث سے دف بجانے کا جواز نکلتا ہے۔ اس لیے انہوں نے ایسا کر لیا ہو۔ مگر خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ "میں تو نہ ساز کے ساتھ سماع کرتا ہوں نہ بغیر ساز کے"۔

پھر میں نے کہا۔ ہم اصل مسئلہ سے دور چلے گئے۔ آپ نے تو استفادہ عن القبور ثابت کرنا تھا:۔

اس نے کہا اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ شاید آپ نے دیکھی نہیں:۔

میں نے کہا مجاوران قبور کی بہت سی تصنیفیں ہیں۔ جن میں بزرگوں پر افترا پردازی کی ہوئی ہے۔ چنانچہ خیر المجالس کے حوالہ سے اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ خواجہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ دو گائیں ذبح کرنا ایک انسانی قتل کے برابر ہے۔ اور دس بھیڑ بکریاں ذبح کرنا ایک انسانی قتل کے برابر ہے۔ یہ سن کر شیخ موصوف نے فرمایا خواجہ صاحب ہارونی نہیں تھے ہروَنی تھے۔ ہروَن ایک بستی کا نام ہے۔ جو آپ کا وطن تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یہ الفاظ خواجہ صاحب کے نہیں ہو سکتے میں نے اور بھی اس قسم کی باتیں ان کے متعلق سنی ہیں۔ مگر یہ سراسر بہتان و افترا ہے۔ جو خواجہ صاحب کے ناخلف مریدوں نے ان پر تراشا ہے"۔ پھر فرمایا حضرت شیخ نظام الدین

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ کیونکہ شیخ فرید الدین اور شیخ قطب الدین و دیگر چشتی خواجگان رحمۃ اللہ علیہم نے بھی کوئی کتاب نہیں لکھی جو مجھ سے بہتر تھے"۔

اُس نے کہا اس کی کیا وجہ ہے۔ دیگر علماء نے تو کئی کتابیں لکھی ہیں ان کو کس بات نے روکا؟

میں نے کہا شاید اس بات نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ مزید برآں یہ خیال ہو گا کہ بزرگانِ سلف کی تصنیفیں لوگوں کی ہدایت کے لیئے کافی ہیں۔

اس نے کہا صوفی کے لیئے سلف کے طریقے کی رعایت ضروری نہیں ہے؟ مقولہ ہے کہ الصّوفی لامذھب لہٗ (صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا)۔

اور مولینا روم فرماتے ہیں ؎

ملّتِ عشق از ہمہ ملّت جدا است
عاشقاں را مذہب و ملّت خدا است

عشق کی ملّت تمام ملّتوں سے نرالی ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملّت ہی خدا ہے

میں نے پوچھا کس طریقہ سے تعلّق رکھتے ہو؟

اُس نے کہا قلندریہ سے۔ مگر سلطان المشائخ کے ساتھ میری خاص محبّت ہے۔

میں نے کہا فوائد الفواد دیکھی ہے۔ جس میں حضرت سلطان المشائخ کے حالات نہایت خوبی سے لکھے ہیں؟

اس نے کہا ہاں دیکھی ہے۔ یہ کتاب فقراء کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے بلند درجہ رکھتی ہے۔

میں نے کہا اس کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت سلطان المشائخ بزرگانِ سلف کا مذہب رکھتے تھے۔ عقائد و اعمال میں انہیں کی پیروی کرتے تھے۔ محرمات الٰہیہ کو بڑی وضاحت سے بیان فرماتے تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بھی اسی طریق پر چلنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ آپ کا یہ قول بھی اسی کتاب میں مذکور ہے۔ کہ ایک شخص اگر مقام طریقت سے گر جائے۔ تو مقام شریعت میں تو رہے گا۔ لیکن اگر شریعت سے بھی نکل گیا۔ تو جہنم کے سوا کہیں کا نہ رہے گا" اس کتاب کے مصنف حضرت حسن سنجری نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور! آپ کے مرید فلاں جگہ ساز سن رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ان کو منع کر دیا ہے۔ اگر باز نہیں آتے تو برا کرتے ہیں؛؛

اسی کتاب میں آگے لکھا ہے کہ " آپ اس بارے میں بہت مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا اگر مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت امام کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہو۔ امام بھول جائے اور مردوں کو اس کی خبر نہ ہو تو عورتوں کو سبحان اللہ تو کہنا ہی نہیں چاہیئے۔ تا کہ اُن کی آواز غیر مرد نہ سنیں اور میرے نزدیک تو یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی عورت تالی بجائے۔ کیونکہ یہ بھی لہو میں داخل ہے۔ البتہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر مار سکتی ہے؛؛

اور اسی کتاب میں آپ سے ایک حکایت منقول ہے۔ " آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص سے سوال ہوگا کیا تو نے سماع سنا تھا۔ وہ کہے گا۔ ہاں یا اللہ! پھر کہا جائے گا تو تو مضامینِ سماع کو ہی ہمارے اوصاف سمجھتا ہوگا؟ اس کا بھی اثبات میں جواب دے گا۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ شاعروں کے بیان کردہ اوصاف تو حادث تھے اور ہماری

ذات قدیم ہے۔ پھر تم نے حادث کا اطلاق غیر حادث پر کیونکر درست سمجھا؟ عرض کرے گا بار خدایا! تیرے ساتھ محبت کی وجہ سے۔ اس پر اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ اگر محبت کی وجہ سے ایسا کیا۔ تو معاف کرتا ہوں۔ یہ حکایت بیان کر کے آپ رو پڑے۔ اور فرمایا "غور کرو جب اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے متوالوں سے اس طرح باز پرس کرے گا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا"۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اے بھائی تمہارا کلام موضوع سے پھر دور جا پڑا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ جس طرح زندہ پیر سے استفادہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح پیر کی قبر سے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ خیال آپ کے ذہن میں کس طرح قرار پا گیا ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے اس کا ثبوت مذکور نہیں۔

اس نے کہا، ان لوگوں سے تو ہمیں بھی اتفاق نہیں جو اہل قبور کو مستقل قادر بر کمالات سمجھکر انہیں باطنی فائدہ کے حصول کا واحد ذریعہ گردانتے اور قلبی و لسانی ذکر کے لیے ان کی قبروں کو قبلۂ توجہ بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگ یقیناً باطل پر ہیں۔ لیکن جو شخص قبر کی بجائے صاحب قبر کی روح کو قبلۂ توجہ بنا کر ذکر الٰہی کرے تو اس کے جواز میں کیا کلام ہے۔ وہ تو بلکہ رحمت الٰہی کا زیادہ مستحق ہونا چاہیئے۔

میں نے کہا دیکھئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ آپ کی زندگی میں قبلۂ توجہ بنایا۔ اور نہ بعد وفات آپ کی پاک روح کو یہ منصب دیا۔ قبلۂ توجہ الی اللہ تو خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام امت کے لئے صرف خانہ کعبہ قرار دیا گیا ہے اس کے سوا کسی بشر

کو اجازت نہیں کہ کسی آدمی کی رُوح کو قبلۂ توجہ بنا کر مشغولِ ذکر ہو۔ اگر اس صراحت کے بعد بھی کوئی شخص ایسا کرے تو دینِ اسلام سے اس کے باغی ہو جانے میں کیا شک ہے۔ کیونکہ وہ اپنے لئے نئی شریعت تجویز کرتا ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ‫:‬

اس نے کہا، تو کیا متاخرین نے اس معاملہ میں غلطی کھائی ہے؟

میں نے کہا، اگر متاخرین نے نہیں کھائی۔ تو کیا متقدمین نے کھائی ہے؟ جن میں تابعین رحمہم اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی داخل ہیں۔ کہ اختیاری قبلہ چھوڑ کر مجبوری قبلہ اختیار کیا۔ اور اتنی بڑی پابندی اپنے سر لے لی ‫:‬

اُس نے کہا میرے نزدیک کسی نے خطا نہیں کی۔ بات یہ ہے کہ متقدمین نے اگر ذکر و دعا کے وقت ارواح و وسائط کے فیض سے بے اعتنائی کی۔ تو اس زمانے کے لئے وہی ٹھیک تھا۔ اور اگر متاخرین نے استفادہ کا مسئلہ ایجاد کیا۔ تو اس وقت یہی موزوں ہے ‫:‬

قبلۂ توجہ کی پہلی دلیل

میں نے کہا۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب بھی دین میں نسخ جاری ہے۔ اور احکام میں تغیّر و تبدّل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ دین کو مکمل اور نسخ و تبدیلی کو بند فرما چکا ہے۔ ارشاد ہے:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

میں نے آج تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرما لیا ہے۔

اس نے کہا، آگے بھی تو پڑھیئے!

فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔

پس جو شخص گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہیں۔ اگر بھوک کی وجہ سے بیقرار ہو کہ ایسا کرے (یعنی حرام کھالے) تو اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی دینِ اسلام میں جس طرح حرام اور حلال مقرر ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی اضطرار و اضطراب کی حالت میں حرام چیز سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح دورِ اول کے مقابلہ میں (جو آفتاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے پوری طرح منور تھا) یہ زمانہ جبکہ اندھیری رات جیسے تاریک فتنوں کے ظہور نے بنی نوع انسان کے قلوب کو بالکل بے نور کر دیا ہے اضطرار کا زمانہ ہے۔ اس لئے آج اگر ارواحِ بزرگاں سے نور حاصل کر لیا جائے تو جائز ہے۔ تاکہ خدا کی راہ (صراطِ مستقیم) پر چلنے میں مدد ملے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا بِأَهْلِ الْقُبُورِ

جب کسی امر میں پریشانی ہو۔ تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔

میں نے کہا ٹھیرو! ٹھیرو! یہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے۔ حدیث نہیں ہے مجاوروں کا قول ہے۔ جسے تحصیل نذر و نیاز کے لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالکل جھوٹ موٹ منسوب کر دیا ہے۔ کتب صحاح میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ محدثین و صوفیائے محققین رحمہم اللہ علیہم نے کہا ہے کہ یہ قول اور اس قسم کے دوسرے اقوال مثلاً:۔

إِذَا أَعْيَتْكُمُ الْأُمُورُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ

یعنی جب تمہیں مشکلات تھکا دیں۔ تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو؛

اور

لَوْ حَسَّنَ اَحَدُکُمْ ظَنَّهٗ بِالْحَجَرِ لَنَفَعَهٗ

یعنی اگر کسی کو پتھر بھی اعتقاد ہو تو وہ اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے"۔

یہ سب قبر پرستوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں"۔ اور ان کی تردید صراطِ مستقیم اور مجالسِ الابرار وغیرہ میں موجود ہے۔

باقی رہا آپ کا یہ خیال کہ فتنہ کے زمانہ میں بزرگوں کی ارواح سے نور حاصل کرنا جائز ہے۔ تو یہ بالکل لغو خیال ہے۔ بلکہ سنّت نبوی صلعم کے سخت مخالف ہے۔ سلف صالحین سے اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں۔ آنحضرت صلعم نے ایسے زمانہ میں فتنہ سے بچنے کیلئے صرف کتاب و سنّت کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اضطرار کی حالت میں بھی ملائکہ یا ارواح سے نور حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا لیلۃ القدر میں کیا پڑھوں۔ تو فرمایا کہا کرو:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔ اور معافی کو پسند کرتا ہے مجھے معاف کر دے۔

حالانکہ لیلۃ القدر وہ رات ہے۔ جس میں ملائکہ اور ارواح کا نزول قرآن مجید سے ثابت ہے:۔

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ط تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ (۹۷ : ۳)

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اللہ کے حکم سے ہر امر خیر لے کر اترتے ہیں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ اضطرار کی وجہ سے ارواح کو قبلۂ توجہ بنانا جائز ہے، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شرک یا مشابہ شرک ہر زمانہ میں حرام ہے۔ غور کرو وہ کلمۂ کفر جو اضطرار کی حالت میں جان بچانے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس کے ساتھ بھی یہ شرط لگا دی گئی ہے۔ کہ صرف زبان سے کہے دل سے اُس پر یقین نہ رکھے۔ کیونکہ دل سے کسی چیز کو مان لینا اضطرار میں داخل نہیں ہے اضطرار کی کیفیت تو یہ ہے۔ کہ کوئی ظالم شخص جان مارنے کی دھمکی دے اور مظلوم معلوم کرے۔ کہ حرام عمل کے ارتکاب کے بغیر چھٹکارا نہیں۔ تو اس عمل کا ارتکاب کرے۔ مگر دل سے پھر بھی نفرت ہی رکھے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو خدا کے غصّہ کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (١٦ : ١٠٨)

جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کرے ماسوا اُس شخص کے کہ جس پر زبردستی کی گئی ہے۔ مگر اُس کا دل ایمان پر قائم ہے (تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے)، لیکن جو شخص دل کھول کر انکار کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے۔ اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے:۔

اس آیت پر غور کرو۔ میں نے صرف تمہارے سمجھانے کے لئے لمبی تقریر کی ورنہ خود تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے شافی جواب ہے۔ کیونکہ وہ آیت فطرتِ انسانی کی صحیح ترجمان ہے۔ ارشاد ہے

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ (٥ : ٣)

پس جو شخص بھوک سے بے قرار ہو اور گناہ کی طرف مائل نہ ہونے والا ہو

(تو اُسے ایسا کرنے کی اجازت ہے)
یعنی مضطر بھی اگر عمداً گناہ کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے۔ یا علانیہ شریعت کی مخالفت کرنے پر کمر بستہ ہے تو اسکی بھی ہرگز بخشش نہیں ہوگی۔ وعدۂ مغفرت صرف ایسے شخص کے ساتھ ہے۔ جو اضطرار کی حالت میں بھی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو۔

سنو! یہ خیال کہ "کسی بزرگ کی رُوح اس دنیا سے رحلت و انتقال کے بعد درخواست کرنے سے کسی کی ہدایت کی طرف متوجہ ہو جاتی یا اس پر ذکر و فکر کا القا کرتی ہے"۔ نرا گمان ہی گمان ہے۔ کوئی حقیقت نہیں۔

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (۶ : ۱۱۷)

وہ نرے وہم کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکل پچو مارتے ہیں۔

دوسری دلیل

اُس نے کہا یہ آیت تو سوءِ ظنی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کہ اس سے اجتناب کیا جائے یکہ ہم حُسنِ ظن رکھتے ہیں جس کی تعریف اِس حدیثِ قدسی میں ہے کہ:۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔

میں اپنے بندے کے ساتھ اُس کے ظن کے مطابق ہوں۔

اس کا جواب

میں نے کہا۔ یہاں تو بِیْ (میرے ساتھ) فرمایا گیا ہے نہ کہ بِقَبْرِ عَبْدِیْ (میرے بندے کی قبر کے ساتھ)

اُس نے کہا ہم فقیر لوگ جھگڑا نہیں کرتے۔
میں نے کہا، خوب! اب تک فقیر لوگ کیا کرتے رہے؟

ایک وضعی حدیث

اس نے کہا ایک صحیح حدیث ہے۔ یَا عِبَادَ اللّٰہِ فَاَعِیْنُوْنِیْ (اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو) اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ یہ تو صاف طور پر بندگانِ خدا سے مدد مانگنے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ استفادہ بھی استعانت ہی کی ایک قسم ہے۔

اس کی تشریح

میں نے کہا تم نے اسے صحیح حدیث کیونکر مان لیا درآنحالیکہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور امام مسلم اور دیگر اصحاب صحاح ستہ رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی اپنی کتابوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث غالباً حصن حصین میں بروایت طبرانی مذکور ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کے معانی پر غور کریں۔ یہ معلوم کرلینا ضروری ہے۔ کہ آیا طبرانی سے لے کر روایت کنندہ صحابی تک جس قدر راوی ہیں وہ ثقہ بھی تھے یا نہیں؟ اور آیا یہ حدیث متواتر ہے یا مشہور منقطع ہے یا مرسل اور ضعیف ہے یا صحیح۔

دوسری بات یہ ہے کہ حصن حصین میں یَا عِبَادَ اللّٰہِ فَاَعِیْنُوْنِیْ کی بجائے اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ لکھا ہُوا ہوگا پھر اس کے سیاق و سباق

پر غور کرنا بھی لازم ہے۔ نہ کہ بے دین لوگوں کی طرح صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر اڑے رہنا۔ جمع الجوامع میں ابو یعلیٰ وطبرانی سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے:۔

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوا عَلَيَّ يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوا عَلَيَّ فَاِنَّ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ۔

جب بیابان میں تمہارا کوئی جانور گم ہو جائے تو کہا کرو، اے اللہ کے بندو! میرے جانور کو روکو۔ اے اللہ کے بندو! میرے جانور کو روکو۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے زمین پر غیب سے حاضر رہنے والے ایسے لوگ مقرر ہیں۔ جو خدا کے حکم سے تمہارے جانوروں کو روک رکھیں گے۔

نیز طبرانی، عتبہ بن غزوان سے اس طرح روایت کرتے ہیں:۔

اِذَا اَضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا اَوْ اَرَادَ غَوْثًا وَهُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَغِيْثُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَغِيْثُوْنِيْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا يَرَاهُمْ۔

جب تم میں سے کسی کا کچھ جاتا رہے یا مدد طلب کرنا چاہے اور ایسی جگہ پر ہو۔ جہاں کوئی یار و مددگار نہ ہو۔ تو یوں کہے اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری فریاد رسی کرو۔ تو ان کی امداد کے لئے اللہ تعالیٰ سامان پیدا کر دے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے صحراؤں میں ایسے نفوس مامور ہوتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتے

ان دونوں حدیثوں سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں:

اوّل:۔ یہ کہ صرف اُن بندگانِ خدا کو امداد کے لئے پکارنا جائز ہے۔ جو

خدا کی طرف سے لوگوں کی امداد کے لئے صحراؤں میں مامور ہیں:۔

دوم۔ یہ کہ اس قدر استعانت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ کہ وہاں زندوں میں سے کوئی یار و مددگار موجود نہ ہو ❊

سوم:۔ استعانت ایسے امور میں ہو۔ جن میں لوگ ایک دوسرے کی امداد کیا کرتے ہیں ❊

چہارم:۔ اگر یہ حدیث معتبر ہے۔ تو یہ استعانت خاص بحکم پیغمبر علیہ السلام مشروع ہوگی اور اگر یہ حدیث ہی معتبر نہ ہو۔ تو صحیح حدیث کی رو سے اس پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔ جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ:۔

وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ

اور جب مدد مانگو تو صرف اللہ تعالےٰ سے مدد مانگو۔

پھر قرآن شریف میں ارشاد ہے جو منسوخ بھی نہیں کہ:۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

یہاں عبادت اور استعانت دونوں پر الگ الگ لفظ اِیَّاکَ آیا ہے۔ جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی اے اللہ! ہماری عبادت اور استعانت صرف تیری ذات کے ساتھ مخصوص ہے ❊

بہر حال اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ سے یہ دلیل لینا کہ اہل قبور سے مدد مانگنا جائز ہے۔ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اس جملہ سے تو بدرجۂ اقل حاضر سے مدد مانگنے کا جواز نکلتا ہے۔ لیکن بدعتی تو غائب سے مدد مانگنے کے قائل ہیں ❊

پھر آنحضرت صلعم نے ان بندگانِ خدا کی زندگی، ان کے فرائض اور ایسے مقامات ہیں ان کا موجود ہونا واضح فرمادیا ہے بلکہ یہاں تک فرمایا ہے، کہ

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا یَرَاھُمْ

اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔

لیکن اس کے بالعکس اہلِ قبور کی وفات و رحلت اور اُس دنیا سے انتقال و رخصت ایک ثابت شدہ امر اور مسلّمہ چیز ہے۔

ایک اور حدیث

اور اگر صوفیائے کرام ہی کی روایات پر اعتبار ہو تو سُنو۔ اس حدیث کو صوفیاء نے روایت کیا ہے کہ :-

مَنْ زَارَ حَیًّا وَلَمْ یُرْزَقْ شَیْئًا فَکَاَنَّمَا زَارَ مَیِّتًا

جس شخص نے کسی زندہ بزرگ کی زیارت کی اور اس سے کچھ حاصل نہیں کیا، تو اُس نے گویا مردہ کی زیارت کی ؏

ثمرات الحیات میں لکھا ہے۔ کہ صوفیاء اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جو کوئی زندہ بزرگ سے ملے اور کھانے کی کوئی چیز نہ پائے تو اسے سمجھنا چاہئیے گویا مردہ سے ملاقات کی، اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جس نے کسی زندہ ولی کو پایا اور اس سے کوئی باطنی فائدہ حاصل نہ کیا۔ تو اُس نے گویا مردے کی زیارت کی ؏

چنانچہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رح کے نزدیک یہاں رزق کا لفظ عام معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور دینی و دنیوی فوائد اس میں داخل ہیں۔ لکھا ہے کہ آپ کے ان معنوں پر بعض درویشوں نے اعتراض کیا۔

اور اس کے معنی محض دنیوی رزق ہونگی نا پید ہیں ایک بزرگ کی مثال دی جو اپنے ملاقاتیوں کو ضرور کچھ نہ کچھ کھانے کو دیا کرتے اور جب اس تکلف کی وجہ پوچھی جاتی تو یہی حدیث پڑھ کر سنایا کرتے ::

حضرت شیخ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا کہ حدیث کے الفاظ لَمْ یُرْزَقْ شَیْئًا ہیں ان کی بجائے لَمْ یُرْزَقْ طَعَامًا نہیں ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نے یہ مشہور دعا نہیں سنی۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عِلْمًا نَافِعًا وَّ فَھْمًا کَامِلًا (اے اللہ مجھے نفع بخش علم اور پوری سمجھ عطا کر) تو اس میں بھی علم اور سمجھ جیسے باطنی فوائد کے حصول کے لیے رزق کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔

اُس نے کہا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زیارت قبور کا حکم دیا ہے پھر اس میں کیا فائدہ ہے؟

میں نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود ہی اس کا فائدہ بیان فرمایا ہے۔ کہ اس سے موت اور آخرت یاد آتی ہے۔ مگر جو فائدہ تم ڈھونڈتے ہو وہ کسی ایسے فقیر کی ایجاد ہے جس نے نذر و نیاز کے طمع سے یہ بدعت اختراع کی ہے۔ اور جس کا فقر قریب ہے کہ کفر ہو جائے۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا۔ اس کا فقر وہ فقر نہیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے فخر کہا تھا۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ اور جس کی سب سے بڑی صفت ہر بدعت سے اجتناب و پرہیز ہے۔

اصل فقر کیا ہے

حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصایا میں

فرمایا ہے کہ :-

حَقِیْقَۃُ الْفَقْرِ اَنْ لَا تَفْتَقِرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ مِثْلُکَ

اصل فقر یہ ہے کہ آدمی اپنے جیسے محتاج انسان کے سامنے اپنی ضرورت و احتیاج کبھی پیش نہ کرے۔

(اور قرآن مجید کی رُو سے تمام لوگ یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں) ارشاد ہے :-

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ (۳۵ : ۱۶)

اے لوگو تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔

اس نے کہا اس طرح تو ہدایت و ارشاد کا نظام اور پیری و مریدی کا سلسلہ بالکل درہم برہم ہو جائے گا اور بزرگانِ دین پر خطا لازم آئے گی۔ حالانکہ کہا گیا ہے کہ ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

(بزرگوں کی خطا پکڑنا گناہ ہے)

میں نے کہا، اصل یہ ہے کہ جو فعل گناہ ہے۔ تو وہ کسی بزرگ کے کرنے سے بھی نیکی نہ ہو گا۔ اور ایسے شخص کی متابعت کرنے والا بھی گنہگار ہی ہو گا۔ مگر میرے نزدیک اس مصرعہ کا مطلب اور ہے وہ یہ کہ بزرگوں کی عیب نمائی کے لیے ان کی اجتہادی خطاؤں کا جا بجا ذکر کرنا خطا ہے۔ کیونکہ ان کی اجتہادی خطائیں قابلِ عفو و مغفرت ہیں۔ اور یہ اندیشہ کہ اس سے پیری مریدی کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا غلط ہے۔

دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو عبدگاہ بنانے سے

منع فرمایا۔ اور لوگوں کو تاکید فرمائی کہ آپ کی مرقد پاک کے ساتھ پرستاری کا ہرگز کوئی معاملہ نہ رکھیں۔ مگر تا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور متابعت اسی طرح برقرار ہے۔ اور ان شاء اللہ رہیگی۔

کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ کی تفسیر

اُس نے کہا میں نے اس آیہ :-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (۶۰ : ۱۳)

اے مسلمانو! اس قوم کو دوست مت رکھو۔ جس پر اللہ تعالےٰ کا غضب نازل ہوا۔ وہ لوگ آخرت کے ثواب سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح کفار اُن سے جو قبروں میں مدفون ہیں۔

کی تفسیر ایک دن ایک پیر صاحب سے سنی جو قائلین فنا فی الشیخ کے خیال کے بالکل مطابق تھی، اُنہوں نے پہلے تو فرمایا کہ میرے دماغ میں اس آیہ کے متعلق وہ نکتہ القا کیا گیا ہے جو متقدمین اور متاخرین کی تفسیروں میں نہیں ملتا۔ پھر فرمایا وہ نکتہ یہ ہے۔ کہ ایسی قوم سے دوستی مت رکھو جس سے اللہ ناراض ہے۔ اس لئے کہ وہ آخرت کے فوائد سے اسی طرح مایوس ہیں۔ جس طرح پر کہ اُمت مسلمہ کے کافر، جو اہلِ قبور کے افادہ سے مایوس اور ان سے استفادہ کے منکر ہیں۔

میں نے کہا تفسیر تو واقعی نئی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جملہ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تفسیر کے

بالکل مخالف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے اپنی رائے کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی اس کا مقام جہنم ہے۔

اس نے کہا قرآن پاک کی ساری تفسیر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول بھی نہیں۔ اس لئے ضروری بات ہے۔ کہ مفسرین نے بھی بعض آیات کے معانی اپنی رائے کے مطابق کر لئے ہوں گے۔

میں نے کہا لیکن ضروری بات ہے۔ کہ ان کے بتلائے ہوئے معنی صحابہ کرامؓ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے معنوں کے مخالف نہیں ہونگے اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ موافق رائے بھی ظاہر نہ کی جائے۔ اور تمہارے پیر کی تفسیر تو بالکل ہی مخالف ہے۔

اس نے کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس آیت کے متعلق کیا مذکور ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر

میں نے کہا یہاں اصحاب القبور سے مراد صحابہ کرام کے نزدیک مردہ کفار ہیں اور آیہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ زندہ کافر اجر آخرت سے اسی طرح مایوس ہیں۔ جس طرح مردہ کافر۔ چنانچہ در منثور میں ہے کہ اسی آیہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کفار کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے نہ اس کی آمد کے امیدوار ہیں۔ ہاں جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے اور جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو

مایوس ہو جاتا ہے ؛

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ اس سے مراد مرے ہوئے کافر ہیں جو آخرت کے ثواب سے مایوس و ناامید ہیں ؛

اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصحاب القبور سے مراد مرے ہوئے کافر ہیں

اور حضرت مجاہد اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں تو ان عذابوں کو دیکھ کر جو ان کے لیے تیار ہیں اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ کہ کفار میں سے جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اسکے پسماندگان اس کے دوبارہ ہی اُٹھنے سے مایوس ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ نہ ہوگا۔ حضرت امام حسین سے منقول ہے کہ جیسے زندہ کافر مردہ کافروں سے مایوس ہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا " جس قوم سے دوستی رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے مراد وہ یہود ہیں جو قیامت کے دن اٹھائے جانے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ جیسے کفار اس بات سے ناامید ہیں کہ ان کے مردے ان کی طرف لوٹ آئیں "۔

اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا " بیشک یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت سے مایوس ہیں۔ جس طرح کافروں کے مردے قبر میں ثواب آخرت سے مایوس ہو گئے۔ جبکہ ان پر ان کے کرتوت عیاں کیے گئے ؛

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا " جب کوئی کافر مر جاتا تو اس کے پسماندگان اس کی ملاقات اور اسکے لیے آخرت میں اجر و ثواب کی امید

نہ رکھتے۔

تفسیر مدارک

تفسیر مدارک میں ہے کہ زندہ کافر آخرت کے اجر سے ایسے ہی مایوس ہیں۔ جیسے اُن کے اسلاف جو قبروں میں آخرت کے ثواب سے مایوس پڑے ہیں ؛

تفسیر معالم التنزیل کی تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ "مغضوب قوم سے مراد یہود ہیں۔ آگے لکھا ہے کہ بعض محتاج مسلمان امرائے یہود کو مسلمانوں کی خبریں پہنچایا کرتے۔ اور ان سے اس خدمت کا اجر لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان مسلمانوں کو اس بات سے منع کردیا۔ اور فرمایا" یہ یہودی اجر آخرت سے ایسے ہی مایوس ہیں۔ کہ جیسے مردہ کفارٗ کہ جب قبروں میں داخل ہوئے تو اجرِ آخرت سے مایوس ہو گئے۔ مجاہد نے کہا کہ کافر جب قبر میں گئے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گئے۔

غرض میں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی تفسیر تو یہ ہے۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ پیر صاحب کے معانی ان کے مفہوم سے کس قدر متضاد ہیں ؛

اس نے کہا اتنی روایتیں تمہیں کیونکر یاد رہ گئیں ؟

میں نے کہا۔ دو تین روز سے تمہارے سوالات پر غور کر رہا تھا۔ اور خیال تھا کہ شاید یہ آیت تمہارے لئے وسوسہ کا موجب ہو۔ اس لئے معتبر تفاسیر کے حوالے یاد کر لئے ؛

وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ الطَّرِیْقِ

اللہ ہی توفیق دیتا ہے اور راہِ راست دکھاتا ہے۔

مسئلہ توسل اس نے کہا تقرب الٰہی کے لیے بزرگوں کو وسیلہ بنانا کیسا ہے۔ میں نے کہا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (۵ : ۳۱)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ:۔

لیکن اس آیہ کو استفادہ عن القبور سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی بزرگ کو وسیلہ بنانے کا یہ مطلب ہے کہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے اس کے اعمالِ حسنہ کی پیروی کی جائے۔ جو کتاب اور سنت کے مطابق ہوں:۔

آیت کے معنی مفسرین کرام نے لکھا ہے۔ کہ اصل میں ہر شخص کا وسیلہ اس کا اپنا عمل ہے۔ نیک عمل اللہ کی رضا کا وسیلہ اور بُرا عمل اُس کے غضب کا وسیلہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان و تقوی کا ذکر وسیلہ سے پہلے کیا گیا ہے۔ یعنی اے مسلمانو! خدا اور رسول کی مخالفت سے بچو اور اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے عمل صالح سے وسیلہ ڈھونڈو۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا:۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (۳۵ : ۱۱)

اچھا کلام اللہ کی طرف چڑھتا اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے۔

بعض نے وسیلہ سے قرآن مجید کی تلاوت مراد لی ہے۔ اور اس پر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کا قصہ پیش کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا خواب حضرت امام نے کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور ہر مرتبہ یہ سوال کیا کہ بار خدایا! تیرا قرب کس چیز سے حاصل ہو سکتا ہے ہر مرتبہ جواب یہی ملتا رہا

کہ قرآن مجید کی تلاوت سے۔ حضرت امام ؒ نے عرض کیا کہ تلاوت بے فہم ہو یا با فہم؟ جواب ملا کہ دونوں طرح کی تلاوت موجبِ تقرب ہے۔

حبِّ پیغمبر علیہ السلام بھی وسیلہ ہے بعض علمائے متاخرین نے کہا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہلبیت عظام اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ محبت رکھنا بھی وسیلۂ نجات ہے۔ کیونکہ محبت اعمال قلبی میں سے ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا۔ جس سے وہ پیار کرتا ہے) ہر شخص قیامت کے دن جس کی معیت چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ پیار کرتا ہے۔

سجدۂ تعظیمی اس نے کہا اچھا وسیلہ سے مراد عمل صالح ہے۔ تو جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا جہاد فی سبیل اللہ کفار اور نفسِ نابکار کے ساتھ جنگ کرنے کا نام ہے۔ کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ تو ظاہر ہے اور نفسِ امارہ بھی ضرر رسانی میں کفار سے کم نہیں۔ یہ لذت اور آرائشِ دنیا کے سبز باغ دکھا دکھا کر گمراہ کرتا ہے۔ اور خصوصاً ان لوگوں کو جو عملِ صالح کی پروا نہ کرتے ہوئے بزرگوں کو مان لینا ہی تقرب الٰہی کا وسیلہ سمجھتے ہیں نفسِ امارہ یہ سبق سکھا کر صراط مستقیم سے روکتا ہے۔ اور یہ سبق وہ دوسروں کو بھی سکھلاتے ہیں کہ بزرگ اگرچہ مخلوقِ خدا ہیں۔ تاہم عوام کے لئے بمنزلہ خالق کے ہیں۔ اِسی لئے کہ انہیں حاضر و غیب کا تمام علم حاصل ہے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے۔ اور ان میں سے بعض غالیوں نے شیخ کے لئے سجدۂ تعظیمی بھی جائز بنا لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں صرف تعظیم کے لئے ہے۔ کوئی پوچھے کہ عبادت کے لئے جو سجدہ کیا جاتا ہے۔ اس میں کیا سجود

کی تعظیم مدِ نظر نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے تو دونوں میں کیا فرق رہ گیا؟ اس نے کہا کیا شیخ کو وسیع العلم ماننا جائز رہے؟

میں نے کہا بالکل نہیں۔ کیونکہ کامل الاطلاع اور وسیع العلم ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ امام الحنفا حضرت ابراہیم خلیل صلوٰت اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام نے ان مشرکوں کو جو بزرگوں کی ارواح کو وسیع العلم مانتے تھے یہی دلیل پیش کر کے ڈرایا:۔

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْــــًٔا ۗ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۶: ۸۱)

میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔ ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے تو دوسری بات ہے۔ کیونکہ میرے پروردگار کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ کیا تم اس سے نصیحت اندوز نہیں ہوتے؟:

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری اور اس کی جماعت کے رد میں جو گوسالہ پرستی کرتے۔ اور گوسالہ کے پاس مراقبہ اور اعتکاف میں بیٹھتے تھے یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰـهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝ اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (۲۰: ۹۸)

دیکھ تیرے گھڑے ہوئے معبود کا اب کیا حال ہوتا ہے۔ جس کی پوجا پر توجم کر بیٹھ رہا ہے۔ ہم اسے جلا کر راکھ کر دینگے۔ اور وہ راکھ سمندروں میں ڈال دینگے۔ معبود تو تمہارا اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ وہ ہر چیز پر اپنے علم سے چھایا ہوا ہے۔

اور فرشتوں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یوں دعا کرتے ہیں کہ
رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا
وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ (۴۰ : ۸)

اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنے علم اور رحمت میں گھیر رکھا ہے۔ پس توبہ کرنیوالوں اور اپنی راہ پر چلنے والوں کو بخشدے :۔

غرض نفس کے خلاف جہاد یہی ہے۔ کہ اس نابکار کو شریعت کے خلاف کہنے، کرنے اور سوچنے سے روکا جائے۔ تاکہ نجات حاصل ہو :۔

ایک سوال اور اس کا جواب

میں نے کہا اے بھائی اب تک تم سوال کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ اب میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کا جواب دیجیے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے سامری اور اس کے متبعین کا تعلق گوسالہ کے ساتھ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک قول نقل کیا ہے :۔

قَالُوا لَن نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ (۲۰ : ۹۱)

اُنہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو جواب دیا۔ کہ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس واپس نہ آجائیں ہم اسی کے پاس اعتکاف میں بیٹھے رہیں گے :۔

شریعت موسوی کا انکار ان سے کہیں مروی نہیں۔ بلکہ وُہ اپنے فعل کی یوں تاویل کرتے تھے کہ :۔

هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ (طٰہٰ)

ہمارا اور موسیٰ علیہ السلام کا یہی معبود ہے وہ بھول کر دکوہ طور پر چلے گئے ہیں اور وہ اتنا کہنے سے کافر ہوگئے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے۔ تو

ان سے توبہ کرائی۔ اور ایسا کرنے والوں کو قتل کیا گیا۔ کیونکہ ان کے ہاں شرک کی توبہ اسی طرح قبول ہو سکتی تھی کہ مشرک کو قتل کر دیا جائے۔ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ کسی چیز میں قدرتِ الٰہی کا ظہور دیکھ کر اُسے فیض رساں سمجھنا اور اس سے مستفید ہونے کے لئے اس کے پاس اعتکاف بیٹھنا اور ایسا کرنے کو عبادت سمجھنا یا ثواب کا موجب جاننا ہماری شریعت میں کیسا ہے؟

اس نے کہا ہماری شریعت میں مباح ہے اور طریقت میں واجب مثنوی شریف میں مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

ابلہاں تعظیمِ مسجد مے کنند — در جفائے اہلِ دل جد میکنند
آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں! — نیست مسجد جز درونِ سروراں
مسجدے کاں اندرونِ اولیاست — سجدہ گاہِ جملہ و آنجا خداست

ترجمہ:۔ (۱) بیوقوف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں۔ مگر اہلِ دل کو ایذا دیتے ہیں۔
(۲) اے بیوقوفو! وہ مجاز اور یہ حقیقت ہے کیونکہ اصل مسجدیں تو برگزیدہ لوگوں کے دل ہوتے ہیں
(۳) اولیا کے دل کی مسجدیں تمام لوگوں کی سجدہ گاہ ہیں۔ کیونکہ اسی جگہ خدا ہے۔

میں نے کہا تو ان تمام مظاہر کی عبادت و پرستش کی دلیل بس یہی ہے مثنوی شریف کے اشعار ہیں۔ یا کبار اہلِ طریقت کا کوئی قول بھی ہے۔

اس نے کہا اہلِ طریقت اس مسئلہ کی پوشیدہ اشاعت کرتے تھے اور اپنے خاص دوستوں کے سوا کسی سے یہ راز نہیں کہتے تھے:۔

میں نے کہا شریعت و طریقت کے جس قدر امور ہیں وہ تو سب کھلے کھلے اور ظاہر و باہر ہیں۔ باقی جس قدر پوشیدہ راز بتلائے جاتے ہیں وہ سب بیہودہ خیال اور بزرگوں پر اتہام و الزام ہیں۔ جن سے اُن کا وجود بری اور پاک ہے۔ اور مظاہر کی تعظیم میں غلو کرنے والوں کی نیت اگرچہ نیک ہو

مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ انہوں نے غلط راہ اختیار کی ہوئی ہے۔ اُن کا اتباع کسی صورت میں بھی جائز نہیں، نہ شریعت میں نہ طریقت میں۔ کیونکہ بزرگانِ طریقت نے واضح طور پر فرما دیا ہے:۔

كُلُّ حَقِيْقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ۔

ہر ایسی حقیقت کفر ہے۔ جس پر شریعت کی تصدیق نہ ہو۔

اُس نے کہا۔ یہ کس بزرگ کا قول ہے؟ میں نے کہا۔ یہ قول فتوح الغیب میں درج ہے۔ جو حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

اس نے کہا آپ نے جو کچھ بیان فرمایا درست اور صحیح ہے۔ کاملانِ طریقت نے بجا فرمایا ہے:

از حق جز حق مخواہ توحید این است　　از سایۂ خود گریز تفرید این است

ترجمہ:۔ توحید یہ ہے کہ خدا سے حق طلب کر اور تفرید یہ ہے۔ کہ اپنے سایہ سے بھی بھاگ۔

میں نے کہا اے شیخ! واقعی یہ سب رسمی و رواجی باتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کو دیکھ کر رواج پا گئی ہیں۔ شریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔

اُس نے کہا۔ حضرت! میں سمجھ گیا۔ اب انشاء اللہ تمام ایسی رسوم کو اپنے خاندان سے محو کر دونگا۔

میں نے پڑھا۔ وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

یہ بحث رسالہ ہذا میں اس لئے لکھدی گئی ہے۔ تاکہ ناظرین اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو جائیں۔ قبر پرست عام طور پر اسی قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں۔

وسیلہ کی بحث اب تک جو کچھ بیان ہوا۔ مرضِ قبر پرستی کے علاج۔

کے لئے بیان کیا گیا۔ اب کتاب ختم کرنے سے پہلے مناسب نظر آتا ہے کہ وسیلہ کی تشریح بھی کر دی جائے۔ اور ایسی حدیثوں کا ترجمہ بھی لکھ دیا جائے جو اس مسئلہ کا ماخذ ہیں۔ تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح روشن ہو جائے۔ اور غلط اور صحیح وسیلہ میں پہچان پیدا ہو سکے ؛

نابینا والی حدیث ایک نابینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالے مجھے بصارت عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا" وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ اور اس طرح دعا کر"۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ لِيَقْضِيَهَا اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ط ترمذی

اے اللہ میں تیری جناب میں التجا کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنی حاجت میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ تاکہ اللہ تعالے میری حاجت پوری کر دے۔ یا اللہ! میری اس حاجت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما!

نابینا نے اس طرح دعا کی اور اللہ تعالے نے اُسے بصارت عطا فرمائی۔

اس حدیث سے وسیلہ کے دو صحیح طریق معلوم ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس میں شرک کی آمیزش بالکل نہیں۔ یعنی اسلم طریق۔ اور دوسرا شرک سے بچنے کا بہتر طریق یعنی سالم ؛

اسلم طریق یہ ہے۔ کہ جو صورت حدیث کے الفاظ سے نظر آتی ہے زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں ایک نابینا آیا۔ اور آپ کی تلقین کے مطابق اُس نے عمل کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے اس کی تائید چار باتوں سے ہوتی ہے۔ اوّل الفاظ اللّٰھم فشفعہ فیّ سے۔ دوئم اس سے کہ علماء نے اس واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شمار کیا ہے۔ سوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا اعلان نہیں فرمایا۔ اور چہارم اصحاب کبار میں سے کبھی کسی نے اس طرح سے دعا نہیں کی۔ احادیث پر نظر رکھنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل نہیں کیا اس لئے ان کا حکم جاری نہیں رہا۔ انہی میں سے ایک یہ دعا بھی ہے:۔

واقعہ کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ نابینا کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کرنے پر متوجہ ہوئے۔ اور جب نابینا کو معلوم ہو گیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی دعا میں شریک ہیں تو اُس نے یوں عرض کیا اے اللہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ فرض کیجئے ایک بادشاہ کی طرف سے کسی شخص کو تکلیف پہنچی۔ وہ بادشاہ کے وزیر خاص کے پاس گیا۔ اور کہا ایسی تدبیر بتلائیے جس سے بادشاہ میری یہ تکلیف دور فرمائے سائل کی اس درخواست پر وزیر نے یہ صورت بیان کی کہ جب بادشاہ کی

طبیعت سے خوب واقف ہوں وہ عجز و انکساری کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے جب تک کمال عاجزی سے تو خود اس کے حضور میں اپنے مدعا کو عرض نہ کرے گا اس وقت تک تیرے متعلق میری سفارش مؤثر و مقبول نہ ہو گی تمہاری درخواست کی صورت یہ ہونی چاہیئے۔ کہ جب بادشاہ کے دربار میں آؤ تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی طرف دھیان رکھو اور ضرورت بیان کرنے کے بعد میرے ساتھ جو تمہیں دلی الفت ہے۔ اس کا اظہار بھی ان الفاظ میں کر دو۔ کہ اے بادشاہ تو جو اپنے وزیر پر بڑا مہربان ہے۔ اور میں بھی اس کے شیدائیوں میں سے ہوں۔ اس کی محبت کے وسیلہ سے تیرے دربار تک پہنچا ہوں۔ اور دیکھ لے یہ تیرا وزیر بھی میرے ساتھ تیرے دربار میں موجود ہے۔ اور میرے لئے سفارش کر رہا ہے۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہنا۔ کہ اے بادشاہ کے وزیر! میرے لئے سفارش کر کہ میں نے اپنی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنی اس حاجت میں جو آپ کو معلوم ہے۔ آپ کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ اس امید پر کہ بادشاہ میری حاجت پوری کر دے۔ تو اس وقت میں تیرے لئے سفارش کرونگا۔ مگر غافل نہ ہو جانا میری سفارش کے بعد فوراً اس طرح عرض کرنا، اے شہنشاہ! اپنے وزیر کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ اور میری حاجت پوری کر۔ کیونکہ تیرے سوا کوئی حاجت روا نہیں!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسوۂ حسنہ

بعینہٖ یہ مفہوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فعل سے پایا جاتا ہے۔ جب کہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے باران رحمت کے لئے دعا کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے ایک دفعہ خشک سالی کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی دعا کا وسیلہ بنا کر اس طرح دعا فرمائی تھی کہ اے خدا! ہم پہلے ایسی حالت میں تیرے

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا (رضی اللہ عنہ) کو (اپنی دعا) کا وسیلہ بنا کر عرض کرتے ہیں کہ ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما! ؎

اس سے ثابت ہوا کہ اگر اس طرح زندوں کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنایا جائے تو جائز ہے۔ بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا کو توسل کا طریقہ اسی طرح سکھایا تھا۔ اس میں یاد رکھنے کے قابل یہ بات بھی ہے۔ کہ دعا میں کسی بزرگ کو شریک کرنے سے توسل کے بغیر کوئی اور چیز مطلوب و مقصود نہ ہو۔

اور طریق سالم یہ ہے کہ کلام مذکور میں مشارٌ الیہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ کی ذات ہے اس لئے مخاطب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہو سکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات کو مشارٌ الیہ بنانا مجازی طور پر ہو سکتا ہے حقیقی طور پر نہیں ہو سکتا۔ تو اب اطلاقِ مجاز کے لیے علاقہ مجاز کا ہونا لازمی ٹھہرا جس کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کی وجہ سے سائل کے دل میں موجود ہے اس لئے سائل کی مراد اس دعا سے یہ ہے کہ اے خدا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر میرا ایمان میری دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا محمد کے ساتھ اسی لئے یا نبی اللہ کا جملہ تعلیم فرما دیا تھا۔ اس مجازی مفہوم کی لطافت کو کچھ اہلِ ذوق ہی خوب سمجھتے ہیں۔ حافظ شیرازی کا مصرع ہے ع

اے نسیم سحر آرامگہ یار کجا ست!

خیالی اضطراب حاصل یہ کہ خدا سے دعا کرنے والا بعض اوقات اپنے دل میں حصولِ مراد کے لیے ایک خیالی اضطراب پیدا کر لیتا ہے۔

اگر یہ خیالی اضطراب منجر الی الشرک نہ ہو۔ تو بسا اوقات دعا کے قبول ہونے کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ مگر عام طور پر یہ چیز چونکہ شرک میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خاص طور پر کسی جگہ علاج ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہاں بھی جملہ اللّٰھم فشفعہ فی اسی غرض کے لئے لایا گیا ہے۔ اور کلمہ یا محمد خطاب حقیقی نہیں۔ بلکہ خیالی ہے۔ اگر حقیقی ہوتا تو اے اللہ اپنے پیغمبر کو میرا شفیع بنا، کی بجائے "اے پیغمبر میری شفاعت فرما، کہا جاتا ؛

ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ فَشَفِّعہُ میں ضمیر غائب بمعنہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے۔ اگرچہ یہ معنی بھی مجاز سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن غائب کی ضمیر تو اس امر کی شہادت ہے کہ یہ ندا خیالی ہے۔ حقیقی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی ذات اس ندا سے مقصود ہی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو فشفعہُ کی بجائے فشفع ندا الہٰی کہا جاتا۔ بہر حال طریق اول درست۔ اور زیادہ صحیح ہے ؛

قبیح طریقے اس حدیث سے دو قبیح طریقے بھی نکلتے ہیں۔ ایک اقبح یعنی بہت برا۔ اور دوسرا قبیح یعنی کم برا۔ جو اقبح یعنی بہت برا طریق ہے تو وہ ہے۔ جو قبر پرستوں نے اختیار کر رکھا ہے یعنی وہ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ ارواح کو پکارنا اور ان سے حاجت روائی چاہنا مسنون و مستحب ہے۔ حاشا یہ بات اس حدیث سے ہر گز نہیں نکلتی۔ بلکہ اس طرح تو گناہ اور معصیت کو جائز اور حلال کرنا لازم آتا ہے جو شریعت کے نزدیک کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے لہ

اور جو طریق قبیح یعنی کم برا ہے۔ تو اس میں بھی چند ایسی باتوں کو مباح جاننا پڑتا ہے۔ جس کی اجازت شارع علیہ السلام نے نہیں دی۔ مثلاً ارواح کو حاجت روائی کے لئے پکارنا ان کو اپنا شفیع بنانا۔ اور ان کی

شفاعت کو اپنے لئے مقبول سمجھنا وغیرہ تو اس طریق کی قباحت بھی بالکل ظاہر ہے۔ اور اس کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہایت کافی ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (۴۲ : ۲۰)

کیا اُن کے اور (بھی) شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے ایسا دین مقرر کر دیا ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔

اور فرمایا :-

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لئے ہیں۔ اے نبیؐ کہہ دے کیا اگرچہ وہ عقل سے کورے ہوں اور کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں۔ پھر بھی ان کو پوجتے رہو گے ۔

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا مقام جاننا چاہیئے۔ کہ بہت لوگوں کے پھنس جانے کا مقام یہ ہے۔ کہ انہوں نے سفارش کرنے والے اور جس کی طرف سفارش کی جائے۔ ان دونوں میں فرق نہیں سمجھا۔ کہتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبد القادر ساکنِ جیلان! خدا کے لئے کچھ دے۔ اس کلام میں انہوں نے خدا کو سفارشی بنایا ہے۔ اور حضرت شیخ کو دینے والا حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا۔ اور کہا یا رسول اللہ! میں خدا کو آپ کے پاس سفارشی بنا کر لایا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے اس قول سے سخت ناراض ہو گئے۔ چہرہ مبارک

سرخ ہوگیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور پاک ہے۔ کہ کسی کے پاس اُسے شفیع بنا کر لایا جائے"۔

اس سے ثابت ہوا کہ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کو شفیع بنا کر لانا۔ اور اس کا واسطہ دے کر خصوصاً غائب مخلوق سے حاجت روائی چاہنا۔ گویا خدا کو عاجز سمجھنا اور مخلوق کو توانا تر جاننا ہے۔ معاذ اللہ من ذالک۔ اللہ تعالےٰ ایسے برے اعتقاد سے بچائے۔

قربِ الٰہی کا وسیلہ صرف دو چیزیں ہیں جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ صرف دو چیزیں ہیں۔ اعمالِ صالح اور اوصافِ حمیدہ (خواہ یہ کسبی ہوں یا وہبی) چنانچہ ان دونوں کا ذکر اذان کی دعا میں موجود ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود امت کو تلقین فرمائی ہے۔ اور اس میں لفظ مقامِ محمود سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

دعا یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ ط

اے اللہ تو جو رب ہے اس پوری دعوت کا اور نماز کا جو ابھی قائم ہونے والی ہے۔ دے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ اور بزرگی اور بلند درجہ اور کھڑا کر آپ کو مقام محمود میں جس کا تو نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے۔

اس دعا میں لفظ وسیلہ یا تو مصدر ہے۔ یا صفت بمعنی ما یتوسل بہ اور دونو صورتوں میں یہ کسی صفت کا نام ہوگا۔ نہ ذات اور جنس کا۔

پس وسیلہ اگر صفت کا نام ہے۔ تو اٰتِ محمدِ نِ الوسیلۃ کے یہ معنی ہونگے

کہ خدایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صفت عطا کر جو مقامِ محمود کے حصول کا موجب ہو۔ اور اگر مصدر رہے تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ حضور صلعم کو وہ سب عطا کر جو مقامِ محمود کے حصول کا ذریعہ ہو۔

مزید برآں وسیلہ کے ساتھ فضیلت کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ جس طرح فضیلت ایک صفت کا نام ہے۔ وسیلہ بھی صفت کا نام ہوگا۔ جس کے ذریعہ آپ اس اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور امت کی شفاعت کرینگے۔

نتیجۂ بحث مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی متابعت کو چھوڑ کر جو حقیقی وسیلہ ہے۔ محض بزرگوں کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں غلطی پر ہیں۔ کیونکہ وسیلہ نفس اعمال صالحہ اور اوصافِ حمیدہ کا نام ہے۔

تین مسافروں کا قصہ چنانچہ صحیحین میں ایک قصہ مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ تین آدمی صحرا میں سفر کر رہے تھے۔ جب ایک پہاڑ کے قریب پہنچے تو زور کی بارش آ گئی۔ بارش سے بچنے کے لئے اُنھوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ ابھی داخل ہوئے تھے کہ ایک بہت بڑا پتھر کھسک کر غار کے منہ پر آ گیا۔ اور وہ تینوں اس کے اندر بند ہو گئے۔ جب مسافروں نے اپنے آپ کو اس طرح گھرا ہوا پایا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے بھائیو اب بچنے کی صرف یہ صورت ہے کہ ہر شخص اپنے خالص ترین عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرے۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات بخشے۔ اس پر ایک شخص نے اپنے زنا سے بچنے کو اپنی دعا کا وسیلہ قرار دے کر اس طرح دعا کی کہ:۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا ۰

اے پروردگار! اگر تیری نگاہ میں میں نے یہ کام صرف تیری رضا جوئی کے

لئے گیا تھا۔ تو اس غار کا مُنہ کھول دے :۔

اس کا دعا ختم کرنا تھا۔ کہ غار کا اتنا مُنہ کھل گیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔ پھر دوسرے نے دعا شروع کی اور اپنے بوڑھے والدین کی خدمت گزاری کو دعا کا وسیلہ بنایا۔ اور آخر میں انہی الفاظ کے ساتھ دعا ختم کی۔ اب غار کا دو تہائی مُنہ کھل گیا۔ پھر تیسرے نے ایک مزدور کے ساتھ اپنے امانتدارانہ سلوک کو وسیلہ بنا کر دعا کی تو پتھر کھسک کر بالکل ہٹ گیا۔ اور وہ باہر نکل آئے :۔

نتیجہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقصدِ اوّل جانتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اس کا وسیلہ گردانتے اور آپ کی متابعت کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور بزرگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہونے کی حیثیت سے دوست رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا یہ قلبی عمل ان کے لیے وسیلۂ نجات ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

يحبوا اللهَ لِمَا يَغذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَ اَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَ اَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں نعمتیں دیتا ہے۔ اور مجھ سے محبت کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ محبت رکھتا ہے اور میرے اہل بیت سے پیار کرو۔ اس لئے کہ میں اُن سے پیار کرتا ہوں۔

پیروں کے ساتھ محبت کرنے کا معیار مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اس حدیث کو معیار ٹھہرالیں۔ اور کسی پیر کے ساتھ اس وقت تک رشتۂ الفت نہ جوڑیں۔ جب تک یہ معلوم نہ کرلیں کہ اس کا قول و فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق ہے یا نہیں۔

اور قبر پرستوں کے اس قسم کے اقوال مثلاً عصائے پیر بجائے پیر اور

یہ حدیث پیروں کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں اصل اصول ہے۔

گور پیر بحکم پیر تو یہ شریعت و طریقت دونوں سے خارج ہیں۔ اور وسیلہ کے کسی مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔ قبر پرستوں نے اس قسم کے اقوال عوام النّاس کو بہکا کر خود ان کے پیشوا بننے کے لئے مشہور کر رکھے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وسلم کو بھی قربِ الٰہی کا وسیلہ بنانا صرف اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ آپ کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (۳ : ۲۹)

اے نبی! کہدو۔ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سے پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخشدے گا۔

اس آیت سے ثابت ہو گیا۔ کہ در اصل متوسل بہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی وسیلۂ نجات ہے۔

شفاعت کن لوگوں کیلئے ہے؟

اگر تو کہے کہ آپ کی شفاعت اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہو گی۔ چنانچہ ارشاد ہے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

ایسا کون ہے۔ جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس سفارش کرے۔

اور اللہ تعالیٰ کا اذن مومن کے لئے ہو سکتا ہے۔ غیر مومن کے لئے نہیں ہو سکتا۔ تو اس طرح بھی نتیجہ وہی نکلا کہ آدمی کا اصل وسیلہ اس کا اپنا ایمان ہے۔ اسی لئے۔ کہا گیا ہے کہ ؎

کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن　　در زمینِ دیگراں خانہ مکن

دوسروں کا کام چھوڑ کر اپنا کام کر۔ دوسروں کی زمین میں اپنا گھر نہ بنا۔

اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہی چیز اللہ کے قرب کا وسیلہ ہو سکتی ہے جو سنّت کے مطابق ہو لیکن اس کے بالعکس جو لوگ سنّت کی مخالفت کو بھی اللہ کے قرب کا وسیلہ سمجھتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے قبروں کو وسیلہ سمجھ رکھا ہے۔ جیسے کفار مورتیوں کو سمجھتے ہیں۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ لوگ بے خبری میں غیر ہادی ۔۔۔۔ کا اتباع کر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ :-

اَفَمَنْ یَّهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ وَمَا یَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (۱۰: ۳۶)

بھلا جو حق و صداقت کی راہ دکھا سکتا ہو وہ قابلِ اتباع ہے یا وہ جو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ پائے ؟ تمہیں کیا ہو گیا۔ کس طرح انصاف کرتے ہو۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ صرف وہم کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ حق کے مقابلے میں وہم کی کوئی حقیقت نہیں :-

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن کی پیروی کرنے والوں کے لئے عذاب کا موجب اُن کا اپنا عمل ہے کہ کسی کی ذات۔ نیز یہ بھی کہ ہر شخص کے لئے عملِ صالح ہی وسیلۂ نجات ہو سکتا ہے۔ پھر جو معاملہ بزرگوں کی قبروں کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ اگر عملِ صالح میں داخل نہیں ہے۔ تو کیونکر نجات کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عملِ صالح کی تعریف تو یہ ہے۔ کہ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو :-

صاحبِ تفسیر حسینی نے آیہ :-

فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (۱۸: ۱۱۰)

پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا آرزومند ہے اُسے نیک عمل کرنا چاہیئے اور اپنے رب کی

عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیئے
کی تفسیر لکھتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال نقل کئے ہیں کہ عمل صالحہ وہی ہے جو سنتِ نبوی صلعم کے مطابق ہو۔ اور آگے شرک فی العبادت اور شرک بالعبادت کے درمیان فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شرک فی العبادۃ یعنی کسی غیر کی ذات کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا یہ ہے کہ اسکی ذات کو اپنے حق میں مثل عبادتِ الٰہی کے مفید اور فائدہ مند جانے۔ اسکی مثال جاہلوں کا یہ عمل ہے کہ بزرگوں کی عزت اور اُن کے ناموں کو وسیلہ سمجھتے ہوئے (اعمالِ صالحہ ترک کرکے) صرف ان کی ذات کا واسطہ دے کر خدائے تعالےٰ سے دینی اور دنیاوی ترقی چاہتے ہیں۔

اور بعض کے نزدیک شرک بالعبادت یہ ہے کہ عبادت میں ریا اور دکھلاوا کیا جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ دکھلاوا کرنے اور شہرت چاہنے کی وجہ سے عبادت کے اندر خلوص نہیں رہتا۔ اور ایسی عبادت، آدمی کو شرکِ خفی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی عبادت کو شرک کا ذریعہ بنایا۔ بہرحال، صرف وہی عبادت تقرب الٰہی کا وسیلہ ہوتی ہے۔ جو خالص اللہ کے لئے ہو۔

پس غور کرو۔ جب خدا کی عبادت بھی خلوص نیت کے بغیر اسکے تقرب کا وسیلہ نہیں ہو سکتی تو غیر خدا کی عبادت خدائے تقرب کا وسیلہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۝

(۳۹: ۳)

بس اللہ کی عبادت خالص نیت سے کرو۔ اور یاد رکھو کہ خلوصِ نیت سے بندگی کرنا اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔

خاتمۂ سخن

اے اللہ میں اس کتاب کو تیرے تقرب کا وسیلہ بناتا ہوں۔ اور اور تیری وسیع بخشش کے لیے اسے ایک حیلہ گردانتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک اور بے نیاز ہے۔ تیرے دربار میں غلامی کے لیے حاضر ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دے۔ اور اُمتِ مسلمہ پر رحم فرما۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمارا بھروسہ تجھی پر ہے تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ہم سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اے اللہ ہمارے ذمہ صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ایسی تبلیغ کہ گمراہ اور نافرمان کے سوا کوئی ہلاکت میں نہ رہے۔ اللہ کا دین واضح ہو گیا اور اسکی مدد آگئی اب ہم بری ہیں اس بات سے کہ اگر بے دین لوگ اس سے محروم رہیں۔ اے اللہ اپنی بہترین مخلوق حضرت محمد صلعم اور اُن کی ساری آل اور ان کے تمام اصحاب پر ہزاروں رحمتیں نازل فرما!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

تمت

نوٹ:۔ بیرونجات والے اصحاب مجلد منگائیں تو ۵ کے ٹکٹ بھیجیں اور مقامی حضرات مجلد ۳ میں لے سکتے ہیں۔